إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

کتاب وسنت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

سہ ماہی مجلّہ

المکرم

بیاد

شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
و
حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

نگران: حافظ اسعد محمود سلفی

مدیر: محمد عظیم حاصل پوری

10

جولائی، اگست، ستمبر 2011ء

رجب، شعبان، رمضان ۱۴۳۲ھ

- مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ (خاندانی پس منظر)
- طلباء بخاری (جامعہ ھذا) کا مطالعاتی دورہ
- مٹ جائیں گے قرآن مٹانے والے
- روزہ اور آسانیاں
- سپنوں کی دنیا

ناشر: شعبۂ نشر واشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ
(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلّہ

کتاب وسنّت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

المکرم

10

جولائی، اگست، ستمبر 2011ء

رجب، شعبان، رمضان ۱۴۳۲ھ

بیاد

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ

و

حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

مدیر

محمد عظیم حاصلپوری

معاون

مجیب الرحمٰن سیاف

سرپرست

چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ

مہتمم جامعہ ھذا

نگران اعلیٰ

حافظ اسعد محمود سلفی

مجلس ادارت

ڈاکٹر عبدالرشید اظہر حفظہ اللہ

پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ

ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ

اساتذہ جامعہ ھذا

طلبا جامعہ ھذا

انتظامیہ جامعہ ھذا

خط وکتابت

جامعہ اسلامیہ سلفیہ

(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

0301-6131916/055-3846592

Hasalpuri@gmail.com

زرتعاون ——— 20 روپے

سرکولیشن منیجر

حافظ عبدالقدیر

0308-6522441

فہرس

- درس قرآن ——— شیخ عبدالوحید ساجد ۲
- درسِ حدیث ——— محمد مالک بھنڈر ۳
- روزہ اور آسانیاں ——— محمد عظیم حاصلپوری ۴
- اک کتاب ایسی بھی ہے....! ——محمد عمر فاروق ۱۹
- اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کا خاندانی.....حافظ اسعد محمود سلفی ۲۷
- ڈھونڈیں گی نگاہیں اب اس.....عبدالرشید شاہد ۳۳
- سند (Chain) کیا ہے..؟——محمد حسنین شاکر ۳۸
- سپنوں کی دنیا ——— محمد یحییٰ طاہر ۵۲
- طلباء بخاری کا مطالعاتی دورہ ــ محمد عثمان اسماعیل ۵۷
- مٹ جائیں گے قرآن..... محمد عظیم حاصلپوری ۶۵

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

www.Asslafia.co.cc

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درس قرآن

اللہ سے خالص توبہ کرو

شیخ عبد الوحید ساجد

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحاً عَسَى رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴾ [التحریم:۸]

''اے ایمان لانے والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو، امید ہے کہ وہ تم سے تمہاری برائیاں دور کردیگا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔''

توبہ سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ کی نافرمانیوں سے فی الفور دور ہوجائے۔ سابقہ تمام گناہوں پر ندامت کا اظہار کرے اور آئندہ کیلئے یہ عزم مصمم کرے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی اور گناہ پھر کبھی نہیں کرے گا۔ توبہ کرنے سے انسان کے تمام سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْمُؤمِنَ اِذَا اَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةً سَوْدَاءَ فِيْ قَلْبِهِ فَاِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صَقَلَ قَلْبُهُ)) سنن ترمذی ، التفسیر القرآن ،باب ومن سورة المطففین وصحیح ابن حبان (۱٤۱/۲)

''بیشک مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ دھبہ بن جاتا ہے اگر وہ توبہ کرے اور اس گناہ سے باز آجائے اور معافی مانگ لے تو اسکا دل صاف شفاف ہوجاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے خوش ہوتے ہیں اور توبہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾

''اور اے ایمان والو! سب اللہ کی طرف توبہ (رجوع) کرو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ'' [النور:۳۱]

رسول اللہ ﷺ نے بھی توبہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ فرمایا:

((يَاَيُّهَاالنَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ فَاِنِّى اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ فِى الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ)) (بقیہ صفحہ نمبر ۱۸ پر)

درس حدیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اذان کا جواب

محمد مالک بھنڈر (مدرس جامعہ ھذا)

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ العَاصِ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَايَقُوْلُ، ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَإِنَّهَا مَنزِلَةٌ فِي الجَنَّةِ لَاتَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِاللّٰهِ وَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ))

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جب تم مؤذن کی آواز سنو تو اس کے جواب میں اس کے الفاظ کو دہراؤ اور پھر اذان کے بعد مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو۔ وسیلہ جنت کا ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھ کو امید ہے کہ وہ بندۂ خاص میں ہوں گا لہٰذا جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کی سفارش مجھ پر ضروری ہو جائے گی۔

[مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه.....الخ(٣٨٤)]

وضاحت: مطلب یہ ہے کہ جب مؤذن اذان کہے تو تم بھی مؤذن کے ساتھ اذان کے کلمات دہراتے جاؤ۔ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا چاہیے۔ فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں الصلوٰۃ خیر من النوم ہی کہنا چاہیے۔ وسیلہ، اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ مطلوبہ چیز کو حاصل کیا جائے اور اسکے سبب سے مطلوبہ چیز کا قرب حاصل ہو چنانچہ جنت کے ایک خاص اور اعلیٰ درجہ کا نام وسیلہ اسی لئے ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور اس کے دیدار کی سعادت میسر آتی ہے نیز جو فضیلت اور بزرگی اس درجہ والے کو ملتی ہے وہ دوسرے درجہ والوں کو نہیں ملتی۔ آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ مجھے امید ہے عاجزی اور انکساری کے طور پر ہے کیونکہ جب آنحضرت ﷺ تمام مخلوق سے افضل و بہتر ہیں تو یہ درجہ یقیناً آپ ﷺ ہی کیلئے ہے کوئی دوسرا اس درجہ کے لائق کیسے ہوسکتا ہے لہٰذا اس لفظ کی وضاحت یہ ہوگی کہ یہ یقین سے کنایہ ہے یعنی مجھے یہ یقین ہے کہ یہ درجہ مجھے ہی حاصل ہوگا۔

روزہ اور آسانیاں

تحریر: محمد عظیم حاصلپوری (مدرس جامعہ حذا)

دین اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لیے پسند فرمایا ہے اور دینوں میں صرف دین اسلام ہی ہے جو اللہ کے ہاں مقبول ہے۔ دین اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لیے ہر طرح کی آسانیاں اور سہولتیں دی ہیں تاکہ اس پر کاربند رہنے والے کو دقت، مشکل اور تنگی سے نہ گزرنا پڑے۔ زندگی کے تمام شعبہ جات میں وہ اعتقادات و معاملات ہوں یا عبادات کے اللہ نے ہر معاملہ میں انسان کے لیے آسانی پیدا فرمائی ہے انسان کو ایسی چیز کا قطعاً مکلّف نہیں بنایا جس کو کرنے کی اس میں طاقت نہیں اور اگر کہیں مشقت دیکھی تو سہولت اور رخصت دے دی۔ کیوں کہ رب العزت انسان کو تنگی میں نہیں ڈالنا چاہتے۔

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتے ہیں اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔'' [البقرۃ:۱۸۵]

اس مقام پر ہم شریعت کی طرف سے دی گئی روزہ کے سلسلہ میں آسانیوں اور رخصتوں کو مختصر طور پر ذکر کریں گے۔

اگر چاند نظر نہ آئے تو.....!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ))

''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر افطار کرو لیکن اگر مطلع ابر آلود ہونے کے باعث چاند

چھپ جائے تو پھر شعبان کے تیس (۳۰) دن پورے کرلو۔''

بخاری، الصوم، باب قول النبی ﷺ إذا رایتم الھلال فصوموا..... (۱۹۰۹) ومسلم (۱۰۸۱)

مشکوک دن میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

((مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ))

''جس نے مشکوک دن میں روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم (یعنی محمد ﷺ) کی نافرمانی کی۔''

بخاری، تعلیقا، ایضًا (۱۹۰۶) وابن ماجة (۱٦٤٥)

روزہ دار کے لیے اسلام کی خاص آسانی

ابتدائے اسلام میں روزہ کی یہ صورت تھی کہ شام افطاری کے بعد جب تک آدمی بیدار رہتا کھانے پینے اور جماع کی اجازت ہوتی لیکن جب سو جاتا، چاہے افطاری کے بعد فوراً سو جاتا یا بغیر افطاری کیے سو جاتا تو عشاء کے بعد اس پر کھانا پینا حرام ہو جاتا یہ روزے کی شکل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نہایت گراں تھی اللہ تعالیٰ نے سہولت دیتے ہوئے اس میں آسانی فرمائی اور روزے کو صبح صادق کے وقت رکھنے اور شام کو افطار کرنے کی اجازت دی اور ساری رات عورتوں سے جماع کی بھی رخصت دے دی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ روزہ دار ہوتے اور افطار کا وقت آیا تو کوئی روزہ دار آ کر افطار سے پہلے سو جاتا تو پھر اس رات میں بھی اور آنے والے دن میں بھی انہیں کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی تا آنکہ پھر شام ہو جاتی۔ پھر ایسا ہوا کہ حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی روزے سے تھے جب افطار کا وقت ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا اس وقت تو کچھ نہیں ہے لیکن میں جاتی ہوں، کہیں سے تلاش کر کے لاتی ہوں۔ دن بھر انہوں نے کام کیا تھا اس لیے ان کی آنکھ لگ گئی جب بیوی واپس آئی اور انہیں سوتا ہوا دیکھا تو کہا افسوس! تم محروم ہی رہے، پھر دوسرے دن وہ دوپہر کو بے ہوش ہو گئے جب اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ﴾

''تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔''

اس پر صحابہ کرم رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔

''کھاؤ اور پیو حتی کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ (صبح صادق) کالے دھاگے (صبح کاذب) سے ممتاز ہو جائے۔''

بخاری، الصیام، باب قول اللہ تعالی احل لکم لیلة الصیام (۱۹۱۵) وابوداؤد (۲۳۱٤)

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

جب رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو صحابہ سارا رمضان اپنی عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے، لیکن کچھ اس خیانت میں مبتلا ہو بھی جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی:

﴿عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْاٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ﴾

''اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم (اُن کے پاس جانے سے) اپنے حق میں خیانت کرتے تھے پس اُس نے تم پر مہربانی کی اور تمہاری حرکات سے درگزر فرمایا اب (تمہیں اختیار ہے کہ) اُن سے مباشرت کرو'' بخاری، التفسیر، باب احل لکم لیلة الصیام ..... (٤٥٠٨)

روزے کی نیت میں سہولت

روزانہ رات کو فرضی روزے کے لیے نیت کرنا ضروری ہے

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلاَ صِيَامَ لَهُ))

''جس نے فجر (صبح صادق) سے پہلے پختہ نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں۔''

أبوداؤد، الصوم، باب النية فی الصيام (٢٤٥٤) صحيح

جب کہ نفلی روزے کے لیے سہولت ہے کہ آدمی رات کو نہ بھی نیت کر سکے تو صبح کسی وقت بھی نیت کر کے روزہ رکھ سکتا ہے اگر اس نے صبح سے کچھ کھایا نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا

نہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: تب میں روزہ دار ہوں۔ پھر آپ ﷺ ایک دوسرے دن ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں حلوہ بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بھی حلوہ کھلاؤ۔ بے شک میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے لیکن آپ ﷺ نے اس سے کچھ کھالیا۔ مسلم، الصیام، باب جواز صوم النافلة بنیةمن النهار قبل الزوال..... (١١٥٤)

سحری کھاتے اذان ہوجائے تو کھانا مکمل کرلو

شریعت کی طرف سے دی گئی سہولیات میں سے ایک سہولت یہ بھی ہے کہ روزہ رکھتے وقت اگر اذان ہو جائے اور سحری کے وقت کے اختتام کا اعلان کر دیا جائے تو اتنی اجازت ہے کہ آدمی ضرورت کے مطابق کھالے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَالإِنَاءُ عَلَى يَدِهِ فَلاَ يَضَعْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ))

''جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور (کھانے یا پینے) کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اسے رکھے مت بلکہ اس سے اپنی ضرورت پوری کرے۔''

أبوداؤد، الصيام، باب الرجل يسمع النداء والإناء على يده (٢٣٥٠) صحيح

روزہ جس چیز سے چاہو کھولو

افضل طریقہ تو یہ ہے کہ آدمی کھجور وغیرہ سے روزہ افطار کرلے اگر وہ میسر نہیں تو اسے رخصت ہے جس چیز کے ساتھ چاہے روزہ افطار کرلے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلَى تَمَرَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ))

''رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھواروں سے روزہ کھولتے، اگر چھوارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔''

أبوداؤد، الصيام، باب ما يفطر عليه (٢٣٥٦) والترمذي (٩٧٩) صحيح

اور کبھی کبھار آپ ﷺ ستو کے ساتھ بھی روزہ افطار کرتے تھے۔ بخاری، الصوم(۱۹۵۵)

روزہ میں بھول معاف ہے

اگر آدمی نے بھول کر کچھ کھالیا تو اس کا روزہ ٹوٹا نہیں بلکہ برقرار ہے ایسی صورت میں اللہ نے درگزر کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ))

''جب کوئی آدمی بھول جائے اور کچھ کھا پی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا، پلایا ہے'' بخاری، الصوم، باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيًا (۱۹۳۳)

یعنی ایسا آدمی بقیہ دن کے روزے کو پورا کرے اس کا روزہ درست ہے۔

روزہ دار کو مسواک کرنے کی رخصت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب میں اس کی رخصت نقل فرماتے ہوئے کہا ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے روزے میں مسواک کی۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ دن میں صبح اور شام (ہر وقت) مسواک کیا کرتے تھے..... امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کسی نے کہا کہ اس میں تو ایک مزہ ہوتا ہے۔ اس پر آپ نے کہا کہ کیا پانی میں مزہ نہیں ہوتا؟ حالانکہ اس سے کلی کرتے ہو؟''

بخاری، الصوم، باب اغتسال الصائم، قبل الحديث (۱۹۳۰)

بعض لوگوں نے یہ پابندی لگائی ہوئی ہے کہ مسواک صرف صبح کرسکتا ہے شام کو نہیں کرنی چاہیے اس کی وہ کئی توجیہات بیان کرتے ہیں جب کہ نبی ﷺ کی روایت عام ہے۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِي أَوْ أَعُدُّ))

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزے کی حالت میں اس قدر مسواک کرتے دیکھا ہے کہ جسے میں شمار ہی نہیں کرسکتا'' بخاری، الصوم، قبل الحديث (۱۹۳٤)

روزہ دار اپنی اہلیہ کا بوسہ لے سکتا ہے

دوران روزہ اگر آدمی اپنی نفس پر ضبط کر سکتا ہے تو بوسہ لے سکتا ہے ورنہ نہیں اور روزے کی حالت میں صرف بوسہ لے سکتا ہے۔ جماع و دخول نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((إِنَّ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَيُقَبِّلُ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ ضَحِكَ))

''رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لیا کرتے تھے پھر آپ ہنسیں'' بخاری، الصوم، باب القبلة للصائم (۱۹۲۸)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''میرا دل چاہا اور میں نے روزے کی حالت میں (اپنی اہلیہ کا) بوسہ لے لیا، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے آج بہت بڑا (برا) کام کر لیا ہے میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تم دوران روزہ کلی کر لو تو؟ میں نے کہا کلی میں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: پھر کون سی چیز میں حرج ہے۔''

ابوداؤد، الصيام، باب القبلة للصائم (۲۳۸۵) صحيح

اس رخصت کو استعمال کرنے والوں کے لیے اس آنے والی حدیث کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار اپنی بیوی سے بغل گیر ہو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اسے رخصت دے دی۔ آپ ﷺ کے پاس ایک اور آدمی آیا اس نے بھی یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے منع کر دیا۔ (راوی کہتے ہیں کہ)

((فَإِذَا الَّذِي رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ وَالَّذِي نَهَاهُ شَابٌّ))

''جسے آپ ﷺ نے رخصت دی تھی وہ بوڑھا آدمی تھا اور جسے آپ ﷺ نے منع کیا تھا وہ نوجوان تھا۔''

أبوداؤد، الصيام، باب كراهية للشاب (۲۳۸۷) صحيح

روزہ دار ہنڈیا وغیرہ کا ذائقہ چکھ سکتا ہے

روزہ دار ضرورت کے تحت کسی چیز کا ذائقہ چکھ سکتا ہے جیسا کہ گھروں میں کچن میں کام کرنے والی خواتین لیکن یہ خیال رہے کہ آگے نہ نگلے۔ کیوں کہ یہ کلی کی مانند ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَتَطَعَّمَ الْقِدْرَ أَوِ الشَّيْءَ))

''ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہنڈیا یا کسی چیز کا ذائقہ چکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

بخاری، الصوم، باب اغتسال الصوم تعليقا (۱۹۳۰)

روزہ دار سرمہ لگا سکتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اكْتَحَلَ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ))

''نبی کریم ﷺ نے ماہِ رمضان میں روزے کی حالت میں سرمہ لگایا۔''

ابن ماجة، الصيام، باب ما جاء فی السواك والكحل للصائم (۱٦۷۸) صحيح

بوقت ضرورت حالت جنابت میں روزہ رکھا جا سکتا ہے

اگر آدمی اٹھا اور جنبی تھا اور سحری میں وقت کم تھا اگر وہ غسل کرتا ہے تو روزہ رہ جاتا ہے ایسی صورت میں شریعت نے اسے رخصت دی ہے کہ وہ پہلے روزہ رکھ لے پھر غسل کر کے نماز ادا کرے۔

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میرے باپ عبدالرحمٰن مجھے ساتھ لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ

((كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُومُهُ))

''جنبی حالت میں صبح کرتے احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے پھر آپ ﷺ روزہ رکھتے (پھر غسل کر کے نماز ادا کرتے)''

بخاری، الصوم، باب إغتسال الصائم (۱۹۳۱) ومسلم (۱۱۰۹) وابن حبان (۳٤۸٦)

صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ جسے حالت جنابت میں فجر ہو جائے وہ روزہ نہ رکھے۔

(مسلم:۱۱۰۹۔و بخاری:۱۹۲۶) لیکن یہ روایت منسوخ ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ حالت جنابت میں رکھا ہوا روزہ درست نہیں لیکن بعد میں انہیں علم ہوا تو انہوں نے رجوع کرلیا کہ ایسے آدمی کا روزہ درست ہے۔

تلخيص الحبير (٤٤٤/٢) ونيل الأوطار (١٨٦/٣)

روزہ دار خوشبو، تیل اور کنگھی کرسکتا ہے

ان تمام چیزوں کو محدثین میں سے کسی نے بھی نواقص صوم تصور نہیں کیا بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِينًا مُتَرَجِّلًا))

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب تم سے کسی کا روزہ ہو تو اسے چاہیے کہ یوں صبح کرے کہ اس نے تیل لگایا ہو اور کنگھی کی ہو۔'' بخاری، الصوم، تعليقا (١٩٣٠)

روزہ دار سینگی لگوا سکتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

((احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ))

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ دار تھے۔''

بخاری، الصوم، باب الحجامة والقيء للصائم (١٩٣٨)

اس کے برعکس روایات بھی ہیں جو تمام کی تمام منسوخ ہیں۔ نيل الأوطار (١٧١/٣)

تھوک اور مکھی حلق میں چلی جائے تو.....!

ان چیزوں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے عطاء اور حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ وہ ان تمام چیزوں سے یعنی اپنا، تھوک نگلنے اور مکھی وغیرہ کے اچانک حلق سے نیچے اترنے سے روزہ فاسد نہیں قرار دیتے۔ بخاری، الصوم، باب للصائم إذا أكل أو شرب ناسيًا تعليقًا (١٩٣٢)

روزہ کی حالت میں عورتوں کا مہندی لگانا اور میک اَپ کرنا

مفتی سعودی عرب شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''چہرے کو خوبصورت کرنے والی اشیاء مثلاً صابن، تیل وغیرہ جن کا تعلق صرف ظاہری جلد کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی طرح مہندی اور میک اَپ وغیرہ (روزے کو کوئی نقصان نہیں دیتا) لیکن یہ ہے کہ اگر میک اَپ کا استعمال چہرے کو نقصان دے تو استعمال کرنا ضروری نہیں۔''

مجموع الفتاوٰی (ابن باز (۳٤۹/۱)

دوران روزہ احتلام اور مذی سے روزہ نہیں ٹوٹتا

روزہ کی حالت میں اگر احتلام کے ذریعے انزال ہو جائے یا مذی وغیرہ خارج ہو جائے تو اس سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا جیسا کہ ابن حزم رحمہ اللہ محلی میں رقم طراز ہیں کہ

''اگر روزے کی حالت میں کسی کو احتلام ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیوں کہ شارع نے اسے مفسد قرار نہیں دیا۔'' المحلی لابن حزم (۳۳۵/٤)

کیا روزہ دار انجکشن لگوا سکتا ہے۔؟

ایسا ٹیکہ جو جزوِ بدن بن کر خوراک سے آدمی کو مستغنی کر دے اگر ایسا نہیں تو اس کے روزے پر کچھ اثر انداز نہیں ہوتا۔

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''ایسا ٹیکہ جس کا مقصد خوراک یا قوت کی فراہمی نہ ہو بلکہ صرف بیماری کا علاج ہو جائز ہے (اس کے علاوہ نہیں)'' رمضان المبارك فضائل، فوائد، ثمرات (ص/٤٥)

قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

قے (الٹی) آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہاں اگر جان بوجھ کر ایسے کرے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ))

''جسے روزے کی حالت میں قے آ جائے اس پر قضا نہیں اگر جان بوجھ کر قے کرے تو قضا دے۔''

ابوداؤد، الصوم، باب الصائم لیتقیء عمدًا (۲۳۸۰) والترمذی (۷۱٦) صحیح

حاملہ اور مرضعہ کے لیے رخصت

حاملہ اور بچے کو دودھ پلانے والی اگر کمزوری محسوس کرتی ہے اور روزہ اس پر گراں گزرتا ہے تو وہ روزہ چھوڑ سکتی ہے لیکن دوبارہ اسے قضا دینی ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَ شَطْرَ الصَّلَاةِ، وَعَلَى الْحُبْلٰى وَالْمُرْضِعِ الصَّوْمَ))

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور نصف نماز، اور حاملہ اور دودھ پلانے والی خاتون سے (صرف) روزہ ساقط کر دیا ہے۔''

ابوداؤد، الصوم (۲۳۰۸) والترمذی (۷۱۵) صحیح

مسافر بھی روزہ چھوڑ سکتا ہے

دوران سفر اللہ تعالیٰ نے روزہ چھوڑنے اور بعد میں اس کی قضا میں آسانی پیدا کی ہے اگر سفر آدمی کے لیے مشقت اور گراں ہے تو وہ روزہ چھوڑ دے اور اگر سفر میں ایسا معاملہ نہیں جیسا کہ دورِ حاضر میں ٹرانسپورٹ کی سہولیات میں آسانیاں ہی آسانیاں ہیں ایسے حالات میں کوئی روزہ رکھ لیتا ہے تو اس پر کوئی عیب نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ: کیا میں سفر میں روزہ رکھوں؟ وہ بہت زیادہ روزے رکھا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر تم چاہو تو (سفر میں) روزہ رکھ لو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو۔ بخاری، الصوم، باب الصوم فی.... (۱۹۴۳)

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ اللّٰهِ فَمَنْ أَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ)) مسلم، الصیام، باب التخییر فی الصوم والفطر فی السفر (۱۱۲۱)

''یہ (مسافر کا روزہ چھوڑنا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے تو چاہے اسے اختیار کر لے تو بہتر ہے اور جو شخص روزہ رکھنا پسند کرے تو اس پر بھی کوئی حرج نہیں''

مریض روزہ چھوڑ سکتا ہے

مریض کا حال بھی ایسا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حالت مرض میں روزہ چھوڑنے کی رخصت دے رکھی ہے البتہ تندرستی کے بعد اسے چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا دینا ہوگی اور اگر روزے رکھے بغیر فوت ہوگیا تو ان روزوں کی قضاء اس کے ورثاء پر ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾

''تم میں جو شخص بیمار ہو، سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کرلے۔'' [البقرة:١٨٤]

بوڑھے آدمی کے لیے سہولت

ایسا بوڑھا آدمی جو روزہ نہیں رکھ سکتا یا ایسا آدمی جس کے لیے کوئی ایسی بیماری ہو جس میں اسے بار بار میڈیسن استعمال کرنی پڑتی ہو مثلاً گردوں کسی درد والا آدمی اسے ڈاکٹر نے کہا کہ کثرت سے پانی پیو اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد پیتے رہو اگر وہ آدمی پانی نہیں پیتا تو مرض بڑھ جاتا ہے تو ایسا آدمی روزہ چھوڑ سکتا ہے یہاں تک کہ تندرست ہو جائے تو ان روزوں کی قضا دے دے اور اگر بوڑھا ہے جو قضا بھی دینے کی قدرت نہیں رکھ سکتا تو وہ ہر روزہ کے بدلے کسی ایک مسکین کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا کرسکتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾

''اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ان کے لیے ایک مسکین کو کھانے کا فدیہ دینا ہے۔'' [البقرة:١٨٤]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

((رَخَّصَ لِلشَّيْخِ الْكَبِيْرِ أَنْ يُّفْطِرَ وَيُطْعِمَ عَنْ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا وَلَا قَضَاءُ عَلَيْهِ))

''بڑی عمر کے بوڑھے کو روزہ چھوڑنے کی رخصت دی گئی ہے تو وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے، اور اس پر قضا نہیں ہے۔'' مستدرك حاكم (٤٠٤/١) صحيح

رمضان کے قضائی روزے رکھنے میں آسانی

اس سلسلہ میں دو سہولتیں ہیں

۱.....رمضان میں کسی وجہ سے رہ جانے والے روزے آئندہ رمضان سے پہلے جب چاہو ان کی قضا دی جاسکتی ہے اس میں کوئی قید اور شرط نہیں کہ رمضان کے بعد فوراً شوال میں یا کسی اور مہینے میں رکھے جائیں بلکہ بآسانی جب بھی رکھ لے درست ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ:

((كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ))

''میرے ذمے رمضان کے روزے ہوتے تو میں ماہ شعبان کے علاوہ (سارا سال) ان کی قضا دینے کی طاقت نہ رکھتی۔''

بخاری، الصوم، باب متی یقضی قضاء رمضان (۱۹۵۰) ومسلم (۱۱٤٦)

۲.....رمضان کی قضا پے در پے روزوں کے ساتھ دینی چاہیے یا الگ الگ بھی دی جاسکتی ہے تو اس معاملہ میں بھی سہولت ہے۔ دونوں طرح درست ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو مفسر قرآن ہیں فرماتے ہیں یہ آیت عام ہے ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرة:۱۸٤)

تو رمضان کے روزوں کی قضائی الگ الگ روزے رکھ کر بھی دی جائے تو کوئی حرج نہیں کیوں کہ آیت میں پے در پے روزے رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ بخاری، الصوم، ایضًا تعلیقا (۱۹۵۰)

دار قطنی میں ایک صحیح روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

''پہلے یہ آیت ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ نازل ہوئی کہ قضاء روزے دوسرے دنوں میں پے در پے رکھے جائیں لیکن پھر پے در پے روزے رکھنے کا حکم ختم ہو گیا۔

دار قطنی (۱۹۲/۲) وبیهقی (۲۵۸/٤) صحیح

حائضہ اور نفاس والی عورت کو روزہ چھوڑنے کی آسانی

ہر ماہ ایام مخصوصہ میں جاری ہونے والے خون کو حائض اور ایسی عورت کو حائضہ کہتے ہیں اور ولادت

کے بعد عموماً چالیس دن تک جو خون جاری ہوتا ہے اسے نفاس کہا جاتا ہے۔

ان دونوں صورتوں میں عورت کو حکم ہے کہ وہ نہ روزے رکھے اور نہ نماز پڑھے البتہ پاکی کے بعد عورت نمازوں کی قضا نہیں دے گی لیکن روزوں کی قضا دے گی۔

جیسا کہ ایک لمبی حدیث میں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ))

''کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزے رکھتی ہے۔''

بخاری، الصوم، باب الحائض ترك الصوم والصلاة (١٩٥١)

اسی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں یہ (حیض) آتا تھا تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا لیکن نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ مسلم، الحيض، باب وجوب قضاء الصوم.... (٣٣٥)

نفلی روزہ توڑ لے تو کچھ گناہ نہیں

نفلی روزہ کسی دعوت کی وجہ سے کھولا جا سکتا ہے اس پر کوئی کفارہ اور قضا نہیں پڑتی جیسا کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بائیں جانب آ کر بیٹھ گئیں اور ام ہانی رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے دائیں جانب پھر ایک لونڈی ایک برتن لے کر آئی اس میں پینے کی کوئی چیز تھی۔ اس نے وہ برتن آپ ﷺ کو پکڑا دیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پیا اور پھر وہ برتن حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو پکڑا دیا، انہوں نے بھی اس سے پیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! یقیناً میں نے روزہ توڑ دیا اور میرا تو روزہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ کیا تم کسی روزے کی قضا دے رہی تھی تو اس نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَلَا يَضُرُّكِ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا))

''اگر یہ نفلی روزہ تھا تو تب کوئی حرج نہیں۔'' ابوداؤد، الصيام، باب فی الرخصة... (٢٤٥٦) صحیح

ہاں اگر کوئی نفلی روزے کی بھی قضا دینا چاہے تو اچھا عمل ہے رسول اللہ ﷺ نے اسے پسند کیا ہے۔

مجمع الزوائد (٥٦/٤) حسن

ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلی روزہ آدمی جب چاہے افطار کر سکتا ہے۔

اعتکاف جب چاہو جتنا چاہو

اس ضمن میں تین روایات پیش خدمت ہیں

۱.....حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((فَتَرَكَ الِاعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ))

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ (یعنی رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرے کا اعتکاف کیا۔''

بخاری، الاعتکاف، باب اعتکاف النساء (۲۰۳۳)

۲.....ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف بیٹھوں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نذر کو پورا کرو۔

بخاری، الاعتکاف، باب اعتکاف لیلا (۲۰۳۲)

۳.....حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے، ایک سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف نہ کر سکے تو اگلے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دنوں کا اعتکاف کیا۔

ابوداؤد، الصوم، باب الإعتکاف (۲٤٦۳) والترمذی (۸۰۳) صحیح

اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں

جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات کو اعتکاف کے متعلق نذر پوری کرنے کا پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو اعتکاف کی اجازت مرحمت فرمائی جب کہ رات کو روزہ نہیں ہوتا۔ (ایضًا)

خواتین بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں مگر.....

خواتین بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں لیکن صرف مسجد میں خاوند کی اجازت سے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اعتکاف کرتیں۔ بخاری، الاعتکاف، باب الاعتکاف .... (۲۰۳٦)

معتکف سخت حاجت کے وقت مسجد سے باہر جا سکتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتی ہیں کہ:

((كَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا))

''آپ ﷺ جب اعتکاف میں ہوتے تو کسی سخت حاجت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہوتے۔''

بخاری، الاعتکاف، باب لایدخل البیت إلا الحاجة (۲۰۴۹)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ رمضان کے آخری عشرے میں جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں تھے، آپ ﷺ سے ملنے کے لیے مسجد میں آئیں کچھ دیر تک آپ ﷺ سے باتیں کیں پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ بھی انہیں (گھر) چھوڑنے کے لیے کھڑے ہوئے، جب وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں تو دو انصاری آدمی ادھر سے گزرے اور نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں یہ میری بیوی صفیہ بنت حی ہیں۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! گویا ان پر آپ ﷺ کا یہ جملہ نہایت گراں گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان خون کی مانند جسم میں دوڑتا ہے۔ مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال جائے۔

بخاری، الاعتکاف، باب هل یخرج المعتکف لحوائجه إلی باب المسجد (۲۰۳۵، ۲۰۳۸)

(بقیہ صفحہ نمبر ۲)

''لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف (رجوع) توبہ کرو۔ میں بھی دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سو بار توبہ کرتا ہوں'' [مسلم، الذکر والدعاء (۲۷۰۲) وابو داؤد (۱۵۱۵)]

اور فرمایا: ((مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ))

''جس نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کر لی اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کر لیں گے۔'' [مسلم، الذکر والدعاء (۲۷۰۳)]

اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کر لے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے حتی کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔''

[مسلم، التوبة، باب غیرة الله تعالیٰ (۲۷۵۹)]

اک کتاب ایسی بھی ہے....!

قسط نمبر 4

محمد عمر فاروق ایم اے (حاصلپور)

آپ ﷺ کے زمانے میں قرآن جن چیزوں پر لکھا جاتا تھا وہ حسب ذیل تھیں۔

عسیب:۔ کھجور کی شاخوں کا وہ حصہ جو تنے کے ساتھ ہوتا اور تنے سے علیحدہ کرلیا جاتا تھا۔ پھر ان کو خشک کر کے ان پر لکھا جاتا تھا۔

محفہ:۔ یہ ایسی تختیاں ہوتیں تھیں جو سفید پتھر سے بنائی جاتی تھیں یہ پتلی پتلی اور چوڑی چوڑی ہوتی تھیں۔

کتف:۔ یہ اونٹ یا بکری کے مونڈھے کے پاس کی گول اور چوڑی ہڈی کو کہتے ہیں۔

اویم:۔ باریک کھال سے دباغت کے عمل سے تیار ہوتا ہے اس سے خیمے وغیرہ بھی تیار ہوتے ہیں

قتب:۔ ایسی تختیاں جو اونٹ کے کجاوے میں استعمال ہوتیں تھیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ جس وقت دنیا سے اٹھائے گئے تو قرآن شریف کھجور کے پتوں اور کھالوں پر لکھا ہوا تھا۔ جب نبی ﷺ جن کی زبان سے قرآن کے الفاظ ادا ہوئے تھے زندہ ہی تھے۔ تو بہت سارے صحابہ سارا قرآن حفظ کر چکے تھے۔ اور صحابہ کرام تلاوت قرآن کا اتنا شوق رکھتے تھے کہ رات میں تمام قرآن مجید ختم کرلیا کرتے تھے۔ اور اللہ کے نبی خود اس بندے کو امامت کیلئے منتخب کرتے جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا۔ تاریخ میں ایسے بہت سارے نام مرقوم ہیں جن کو پورا قرآن یاد تھا۔ جنگ یمامہ میں سات سو قرا شہید ہوئے تھے۔ غرض یہ کہ شروع اسلام میں ہی اپنی کتاب کو محفوظ کرنے کے دونوں طبعی طریقے اختیار کیے گئے تھے ایک کتابت اور دوسرا حفظ۔ جو کسی اور مذاہب کی کتاب کیلئے اختیار نہ کیئے گئے۔

قرآن نبی کے دور میں مدون ہوا، حفاظ کرام تیار ہوئے اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عمرؓ کے زمانے میں ایک لاکھ سے زائد مکتوب نسخے موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں قرآن

لکھا ہوا تو موجود تھا لیکن اس کے اجزاء منتشر تھے اور وہ اس کو کتابی صورت میں مستند نسخہ مرتب کرنا چاہتے تھے کیونکہ بہت سے حفاظ کرام جنگوں میں شہید ہو گئے تھے اور ہو رہے تھے۔ بخاری میں روایت ہے کہ زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ یمامہ کی لڑائی میں قرآن کے بہت سارے قاری شہید ہو گئے تھے ابوبکرؓ نے مجھے بلا بھیجا میں گیا تو دیکھا حضرت عمرؓ بھی وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا ،عمر میرے پاس آئے ہیں اور کہنے لگے یمامہ کی لڑائی میں قرآن کے بہت سارے قاری شہید ہو گئے ہیں۔ میں ڈرتا ھوں کہ ایسا نہ ہو کہ ایسے لڑائیوں میں قاری شہید ہو جائیں اور بہت سا قرآن ہاتھ سے جاتا رہے تو میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ قرآن کو اکٹھا کرنے کا حکم دے دیں۔ اس وقت میں نے عمر سے کہا یہ تو بتلاؤ کہ جو کام آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا (قرآن کا ایک مصحف میں جمع کرنا) تو تم کیسے کرو گے؟ عمرؓ نے کہا خدا کی قسم یہ کام بہتر ہے۔ پھر عمرؓ مجھے برابر اس کام کیلئے کہتے رہے حتی کہ اللہ نے میرا سینہ بھی کھول دیا اور میری رائے بھی وہی ہوگئی جو ابوبکرؓ اور عمر کی تھیں۔ اس کے بعد زید بن ثابتؓ کہتے ہیں۔ کہ ابوبکرؓ نے کہا تو ایک جوان عقل مند آدمی ہے اور ہمیں تیرا اعتبار ہے اور تو آنحضرتؐ کے زمانے میں وحی بھی لکھا کرتا تھا ایسا کر قرآن کی تلاش کر اس کو اکٹھا کر، زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ قسم اگر یہ لوگ مجھ سے کہتے کہ تم ایک پہاڑ ڈھونڈ لاؤ تو مجھ پر اتنا سخت نہ ھوتا جتنا یہ کام یعنی کام کا جمع کرنا'' بہر حال حضرت زید بن ثابتؓ نے قرآن کو جمع کرنا شروع کیا کہیں کھجور کی چھڑیوں پر ، کہیں باریک پتلے پتھروں پر لکھا پایا اور کچھ لوگوں کو زبانی یاد تھا۔ انہوں نے یہ کام ایک سال کی مدت میں مکمل کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے زیدؓ کو حکم دیا تھا کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ جائے اور جو شخص کتاب اللہ کے کسی حصہ پر دو گواہ پیش کرے تو وہ لکھ لیا کرو'' سال کے بعد یہ صحف لکھ کر حضرت ابوبکرؓ کے حوالے کر دیا وفات کے وقت تک یہ ان کے پاس رہا۔ وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ ان کی وفات کے بعد مصحف ان کی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سہولت کے لیے عرب کے ہر قبیلہ کو اپنے اپنے لب ولہجہ میں قرآن پڑھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ لیکن حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بہت سارے عجمی لوگ جب ایمان لائے تو اختلاف قرأت کی وجہ سے ان نومسلمو ں کے درمیان اک فتنہ بپا ہو گیا۔

بخاری کی روایت ہے کہ ''حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے پاس حضرت حذیفہ بن یمانؓ آئے وہ شام اور عراق کے مسلمانوں کے ساتھ آرمینیہ۔آذربائیجان فتح کرنے کولڑ رہے تھے وہاں پرانھوں نے قرآن کی قرت میں اختلاف دیکھا تو اس سے گھبرا گئے اور حضرت عثمانؓ سے کہنے لگے اے امیر المومنینؓ اس امت کی خبر لیجئے۔یہ یہود ونصاری کی طرح قرآن میں اختلاف کر نے لگے ہیں یہ سن کر آپ نے حضرت حفصہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اپنا صحیفہ میرے پاس بھیج دیں تا کہ ہم اس کی نقلیں اتار لیں اور آپ کا صحیفہ آپ کو واپس کر دیا جائے گا حضرت عثمانؓ نے یہ نقلیں کر نے کا کام زید بن ثابتؓ،عبداللہ بن زبیرؓ اور سعید بن عاصؓ اور عبدالرحمان بن حارثؓ کے سپرد کیا اور انہیں کہا کہ اگر تم قرأت میں اختلاف دیکھو تو قریش کے محاورے کے موافق لکھنا۔اس لیے یہ انہیں کے محاورے پر اترا ہے۔انہوں نے ایسا ہی کیا جب صحف تیار ہو گئے تو علیحدہ علیحدہ پرچوں پر لکھا ہوا لو گوں کو جلا دینے کا حکم دیا اور ایک ایک صحیفہ ہر ملک کو روانہ کر دیا۔یہ فیصلہ حضرت عثمانؓ نے خود نہیں کیا تھا بلکہ کبار صحابہؓ کی مجلس بلوائی گئی اس کے فیصلے کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ ناقص صحیفوں پر عمل نہ کیا جائے اور قرأت انہی مصاحف کے مطابق کی جائے۔ابن سیرین کی روایت کے مطابق یہ بورڈ کاتب مصحف بارہ افراد پر مشتمل تھا۔اس بورڈ نے مصاحف لکھتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا۔

1۔ یہ تمام نسخے اس وقت کے رسم الخط ''الجزم'' میں لکھے گئے جسے بعد میں ''کوفی'' کا نام دیا گیا ۔یہ خط چونکہ نقطوں سے خالی ہوتا تھا۔اس لیے اس میں حروف سبعہ کی گنجائش رہی۔

2۔ اختلاف کی قرات کی صورت میں قریشی لب ولہجہ اختیار کیا گیا۔

3۔ اس میں وہی قرأت لکھی گئی جس کا قرآن ہونا بعد از تحقیق ثابت تھا۔

4۔ اثبات حذف اور بدل وغیرہ کی گنجائش رکھی گئی تا کہ قرات سبعہ باقی رہے۔

5۔ ایک مصحف میں دونوں رسم لین لکھے گئے تا کہ تکرار سے بچا جا سکے۔

ان میں مندرجہ ذیل خوبیاں تھیں۔

1۔صرف قرأت متواتر کو ثابت رکھا گیا۔

2۔آیات وسورہ کی موجودہ ترتیب کا التزام کیا گیا۔

3۔اس کی کتابت میں گنجائش رکھی گئی کہ مختلف وجوہ قرات کی حامل ہو۔

4۔بعض صحابہؓ نے ان ذاتی مصاحف میں بطور شرح ناسخ ومنسوخ جو حاشیہ دے رکھا اس کو ساقط کر دیا گیا۔

تقابل کتب

آیئے اب ہم دوسری کتب مقدسہ کے ساتھ قرآن کا بیان کرتے ہیں۔تاکہ قرآن مجید کی فضلیت واضح ہوجائے اور ہم اعتباریت کی لحاظ سے اس کا جائزہ لیں۔

1۔حفاظت(زبان) کے لحاظ سے :

پچھلی بحث میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ قرآن مجید کو جس طرح محفوظ کیا گیا۔اس طرح کسی بھی دوسری دینی کتاب محفوظ نہ ہوسکی اور اس کی زبان آج بھی زندہ جاوید زبان ہے اور ویسا ہی محفوظ ہے جیسا کہ اترا تھا۔جبکہ دوسرے مذاہب کی کتب کی زبانیں آج مردہ ہوچکی ہیں۔

حفاظت زمانے کے لحاظ سے !

وید:۔جو ہندوؤں کی مذہبی کتاب ہے اس کے زمانہ کا آج تک تعین نہ ہوسکا۔

''تورات''اس کے بارے میں بے شمار تاریخی شہادتیں موجود ہیں کہ یہ کتاب طویل عرصے تک کیلئے نسیت ونابود ہوگئی تھی۔

''انجیل''اول تو موجودہ انجیل اس زمانے میں مدون نہیں ہوئی تھیں اور اگر اس کی تدوین ہوئی ہوگی تو پھر یہ اپنی اصل صورت میں موجود نہیں کہ مسیح کی مصلوبیت (اسلامی نظریہ ان کا آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد)لاتعداد انا جیل مرتب کی گئیں تھیں اور تاریخی روایات کے مطابق جس طرح ڈھیر سے قرعہ اندازی کہ کسے موجودہ انجیل مدون کی گئی وہ کسی بھی طرح قابل قبول دلیل نہ ہے۔

''اوستا''اس کے ماننے والے خود اقرار کرتے ہیں کہ یہ محفوظ نہیں کیونکہ سکندر اعظم کے حملے میں سب کچھ تباہ ہوگیا تھا۔

''گیتا''مہابھارت میں ہے کہ بارہ سال جب قحط پڑا تو سب لوگ ملک چھوڑ کر چلے گئے تب ایک رشی دریا کے کنارے بیٹھا اس نے اس کو بارہ برس محفوظ رکھا۔اس کے زمانے کا تعین بھی نہ ہے۔اس لئے

ہمیں صرف ایک شخص کے حافظے پر یقین رکھنا ہوگا۔ کیا ایک شخص کا حفظ کرنا اور آگے منتقل کرنا قابل حجت ہے..؟ جب ہم زمانے کا تعین کرتے ہیں تو ہم یہ بات پاتے ہیں کہ تمام مذہبی کتب ان ہستیوں کے انتقال کے بعد لکھی گئی تھیں مگر قرآن ہی وہ کتاب ہے جس کو اس کے نزول کے ساتھ ساتھ فوری ترتیب بھی دیا جاتا رہا، لکھا بھی جاتا رہا اور اپنے مؤلف کی زندگی میں ہی مکمل ہو گیا تھا۔

کتابت اور تدوین کے اعتبار سے:

وید: بقول کلاک آچر ہندو مذہب کا کوئی بانی نہ ہے جو اس کو بنیادی پیغام عطا کرتا اور نہ کوئی ایسی شخصیت ملی جو قدیم روایات کو مدون کرتی۔

اوستا: ۔اوستا کا اصل نسخہ کسی زمانے میں برباد ہو گیا تو وہ دوبارہ لکھی گئی۔ تو اس میں من مانی گرہ بندی کی گئی۔ گاتھا کے علاوہ باقی ساری کتاب میں حافظے پر اعتماد کیا گیا۔ اس کے زمانے اور تدوین کا بھی کسی کو علم نہیں ہے۔

انجیل: ۔ یہ وہ انجیل نہیں ہے جو عیسی ابن مریمؑ پر نازل ہوئی بلکہ اس کا ترجمہ در ترجمہ ہے اس کی اصل سند بھی معلوم نہ ہے اس میں یونانی فلسفہ کی بھرمار ہے۔

تورات: تورات کا یہ حال ھے کہ اس کو تاریخ کی کتاب بھی تسلیم کرنا بہت مشکل ہے اور تورات جس طرح مدون ہوئی اس کا حال ہے گزر چکا ہے۔ مؤلف نے 40 دنوں میں 204 کتب لکھ ڈالیں جبکہ موجودہ تورات میں اتنی کتب بھی نہ ہیں۔

گیتا: ۔ یہ مہا بھارت کا حصہ ہے اس کی تصنیف کب ہوئی؟ آج تک کوئی اس کا تعین نہ کر سکا؟ اور نہ ہی اس بات کا کہ مہا بھارت کی جنگ کب شروع ہوئی۔

قرآن مجید: ۔ یہ حضور ﷺ کے دور میں مدون ہونا شروع ہوا اور باقاعدہ کتابی صورت میں حضرت ابو بکرؓ کے دور میں دی گئی۔ جبکہ عثمانؓ نے ساری امت کو ایک قرات پر جمع کیا۔

تعلیمات کے اعتبار سے:

وید: وید میں تعلیمات کا کوئی منبع اور مرکز نہ ہے۔ نہ ہی کوئی توحید کی بات۔

قرآن مجید: ۔ قرآن نے انسان کو لامحدود آزادی دی ہے اور نہ ہی جکڑ بندیوں میں قید کیا بلکہ اس کو

بنیادی اصول دئے قرآن کی تعلیمات میں توحید بنیادی چیز ہے۔جبکہ دوسرے مذاہب کی کتب تعلیمات سے عاری ہیں جن میں شرک اور توحید ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔حق وباطل شانہ بشانہ ہیں اور آیات کے درمیان تضادات بھی ہیں۔

تواتر کے اعتبار سے:

قرآن مجید: قرآن سے احکامات مستنبط کرنا،توجیہات مسائل اور حقیقی احکام نکالنے کے بارے میں تواتر ہے جو دنیا کی کسی کتاب میں نہ ہے اور کوئی بھی اپنی کتاب کو قرآن کی طرح نہیں پڑھتا ہے۔عہد نبویؐ سے آج تک کوئی دور ایسا نہیں ہے جس میں حافظ قرآن نہ گزرے ہوں یہ ہر دور میں لکھا اور پڑھا گیا ہے۔بے شمار مفسرین نے اس کی شرحیں لکھیں اور یہ باقاعدہ ایک نظام حیات مہیا کرتا ہے۔

انجیل: اس کا موضوع اخلاق ہے۔ہمدردی،نرمی کا برتنا لیکن انسان کی زندگی میں ہم آہنگی پیدا نہیں کرتے جو جامع نظام حیات پیدا کر سکے۔

تورات: اس کی تعلیمات کا دائرہ محدود ہے یہودی خود بھی تبلیغ نہیں کرتے اور نہ ہی یہ بات پسند کرتے ہیں کہ کوئی ان کا مذہب اختیار کرے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایسا نظام زندگی پیش نہ کر سکی جو آج کے دور یا آئندہ ادوار میں انسان کی رہنمائی کر سکے۔کیونکہ اس کے قوانین بہت سخت ہیں ذرا بھی لچک نہ ہے۔

گیتا: صرف فلسفہ ہے۔کچھ اچھی باتیں بھی نہیں مگر تمام تعلیمات اخلاقی بھی نہیں۔یہ خدا،حشر نشر، آخرت،انسان کا آغاز اور انجام کے بارے میں بالکل خاموش ہے۔

گاتھا: اس کے عقائد بھی درست نہ ہیں۔صرف تعلیمات اخلاق ہی ہیں۔

اوستا: اس کی تعلیمات میں وحدت فکر اور توازن کی بہت زیادہ کمی ہے۔اس میں توحید وشرک،حق و باطل،حقیقت پسندی اور اوہام پسندی کندھے سے کندھا ملائے نظر آتی ہے۔

همه گیریت اور عالمگیریت کے اعتبار سے

تورات: تورات میں لکھا ہے کہ ''موسیٰ نے ایک کتاب دی جو یعقوب کی جماعت کی میراث ہے'' اس سے معلوم ہوا کہ شریعت موسوی صرف آل یعقوب کی شریعت ہے۔

انجیل: انجیل میں لکھا ہے کہ ''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا''۔ یوں وہ صرف اسرائیل کے نبی تھے اور انجیل صرف بنی اسرائیل کے لیے ہے۔

وید، گیتا: جہاں تک ہندوؤں کا تعلق ہے ان کی کتب تمام نظام زندگی کا احاطہ نہیں کرسکتیں کیونکہ ان میں نظریات کی تقسیم ہے مثلاً ایک شودر کا کتاب کو چھونا تو درکنار سن بھی نہیں سکتا۔

قرآن مجید: قرآن نے خود اپنی عالمگیریت کا دعویٰ کیا ہے اور کسی مذہبی کتاب نے عالمگیریت کا دعوٰی نہیں کیا۔ اسی لیے قرآن کا دعوی ہدائیت عام نسل انسانی کے لیے ہے جبکہ باقی تمام کتب صرف ایک قوم کی طرف ہی آئیں تھیں۔ اسی لیے ''مسٹر ایڈورڈ گبن'' نے لکھا ہے ''قرآن پاک کی افضلیت کو بحیرہ اٹلانٹک سے دریائے گنگا تک مان لیا گیا ہے۔ کہ یہ روح ہے قانون کی اور اس کی اساس بھی یہ صرف اصول مذہب ہی نہیں بلکہ احکام تعزیرات کے لیے بھی مددگار ہے

جامعیت کے اعتبار سے:

صرف قرآن مجید ہی ایسی کتاب ہے جو تمام مسائل پر حاوی ہے قرآن حکیم علوم کا سرچشمہ ہے۔ اس کی جامعیت کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں صرف قرآن ہی ایسی کتاب ہے جس نے اپنے مکمل ہونے کا اعلان کیا۔ اس کی جامعیت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ رہتی دنیا تک ہر دور کسی ذہنی سطح اس سے مستفید ہوتی رہے گی۔ بقول عربی ''کہ قرآن مجید میں ستر ہزار علوم ہیں'' جبکہ دوسرے مذاہب کی کتب میں سارے علوم مفقود ہیں تو ان کی جامعیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

کامیابی کے اعتبار سے:

دنیا میں جتنی بھی مقدس کتب ہیں ان میں کامیابی کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامیاب قرآن مجید ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اپنے لانے والے ہی کی زندگی میں ہی کامیابیوں کے منازل طے کر چکی تھی۔ اس کے برعکس باقی تمام مذاہب کی کتب مقدسہ اپنے ہادیان کے زمانے میں تو نہ مدون ہوئیں نہ ہی حفظ۔ تو ان کی کامیابی کا کیا سوال؟

علمیت کے اعتبار سے:

بقول علامہ ابن خلدون ''قرآن علم کا خزانہ ہے۔ اس سے کتنے ہی علوم ابھرے علم تفسیر، علم

قرأت، علم حدیث، علم اسماالرجال وغیرہ ایسے بہت سارے علوم کی تمہید کا کام دیا مثلاً فلسفہ اور سائنس وغیرہ قرآن کا مشاہدہ ہی انسان کو سائنس پر ابھارنا ہے جبکہ عیسائیت سائنس کے خلاف ہے۔اسی بنا پر یورپ نے سائنس سے انکار کیا۔جب یورپ پر علمی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔اس وقت مسلمانوں نے قرآن کی علمی حکمت سے علم لے کر چراغ روشن کئے۔

اس ساری بحث سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ قرآن کو ادیان عالم کی کتب مقدسہ میں سب سے اہم مقام حاصل ہے اور اس کا یہ مقام قیامت تک رہے گا۔(انشاءاللہ)

❀❀❀

جہاد نہیں تو جنت میں کیسے داخل ہوگے..؟

حافظ انعام الرحمٰن سعد (درجہ ثانی)

حضرت ابن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تاکہ آپ ﷺ سے اسلام کی بیعت کروں تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر شرط لگائی کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے اور بیت اللہ کا حج کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں سے دو کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ایک زکوۃ کی اس لیے لیے کہ میرے پاس دس اونٹ ہیں اور ان میں سے اپنے گھر والوں کا انتظام کرتا ہوں اور دوسرا جہاد کی کیوں کہ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ جو میدان جہاد میں دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائے تو بے شک وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹتا ہے۔ لہٰذا مجھے خطرہ ہے کہ میدان قتال میں مجھے موت سے کراہت ہو جائے اور میں ڈر کے مارے بھاگ جاؤں۔''صحابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ بند کر کے ہلایا اور فرمایا: نہ صدقہ کرو گے اور نہ ہی جہاد تو پھر جنت میں کیسے داخل ہوگے؟ یہ سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی بیعت کرتا ہوں چنانچہ آپ نے تمام چیزوں پر مجھ سے بیعت لی۔''

مستدرك حاكم، الجهاد (۸۰/۲) و سنن الكبرىٰ للبيهقي (۳۰/۹)

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

(خاندانی پسِ منظر اور حیات وخدمات کا مختصر خاکہ)

تحریر: حافظ اسعد محمود سلفی

گزشتہ دنوں حضرۃ العلام شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے مقالات ورسائل پر مبنی کتاب ''نگارشات'' (حصہ اول) شائع ہوئی تو اس کے شروع میں فضیلۃ الشیخ حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ نے مقدمہ لکھا جس میں حضرت سلفی رحمہ اللہ کے خاندانی پسِ منظر اور حیات وخدمات کا مختصر تذکرہ کیا۔ چنانچہ اس مقدمہ کو افادۂ عام کی غرض سے شاملِ اشاعت کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئآت أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله. أما بعد:

اللہ تعالیٰ نے جب آدم وحوا علیہما السلام کو زمین پر اُترنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی دنیا میں رہنے کا یہ قانون بھی بتا دیا:

﴿ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴾ [طٰہٰ: ۱۲۳]

''پھر اگر کبھی واقعی تمھارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کے پیچھے چلا تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ مصیبت میں پڑے گا۔''

اب اس وقت سے لے کر قیامت تک دنیا میں بنی آدم کے لیے یہی اصول اور قانون ہے۔ جو قوم اس اصول پر چلے گی وہ ضلالت وگمراہی سے بچ جائے گی، اور جو اپنی خواہش کی پیروی کرے گی وہ ناکام ونامراد ٹھہرے گی۔

اللہ تعالیٰ نے صرف راہنمائی کے اصول ہی نازل نہیں کیے بلکہ ان کو عملی طور پر سمجھانے کے لیے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ لوگوں کے لیے اللہ کے احکام پر عمل کرنا اور انبیاء کی اطاعت کو فرض قرار دیا تاکہ دنیا کی

آزمائش میں انسان کامیاب لوٹے، لیکن اکثر لوگوں کی بدنصیبی کہ انھوں نے آسمانی ہدایت کا انکار کیا اور کفر پر کاربند رہے، اسی پر انھیں موت آئی، اور ہمیشہ کے لیے وہ جہنم کا ایندھن بنے، لیکن زیادہ دکھ ان پر ہے جنھوں نے اس ہدایت کو قبول کیا، پھر اپنی ذاتی خواہشات اور مفادات کی خاطر اپنے دین میں تحریف شروع کردی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بنی اسرائیل کے علماء کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ [البقرة: ١٧٤]

''بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔''

ایسا کردار اپنانے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى﴾ [البقرة: ١٧٥]

''یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے خریدا۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے، وہ ایک مستقل اور قابل عمل دین کے علمبردار تھے، ان کے لائے ہوئے دین میں تحریف کا آغاز کرنے والا سینٹ پال تھا، پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ ایک جرمن مؤرخ والٹرائے، جو خود کیتھولک عیسائی تھا، بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب انجیل کی صورت میں عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی تھی وہ ہماری فرقہ پرستی، خواہشِ نفسی اور علماء کے تغیر وتبدل کی وجہ سے ایک کی بجائے ستر (۷۰) ہوچکی تھی جو کہ عیسائی مذہب کے لیے ایک مذاق کی صورت اختیار کرگئی۔ اس سے بڑا مذاق یہ ہوا کہ ان کے اس وقت کے علماء کی ایک کونسل جسے ''یروشلم کونسل'' کا نام سے موسوم تھی۔ اب اس کا نام کرسچین کونسل ہے۔ اس کونسل نے فیصلہ کیا کہ اناجیل کی تعداد کو کم کیا جائے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش بیت اللحم میں ایک میز پر ساری اناجیل رکھی گئیں اور انھیں ہلایا گیا، جو نیچے گر گئیں وہ ناقابل اعتماد اور جو چار اوپر رہیں وہ قابل اعتماد ٹھہریں، جن کے نام یہ ہیں: ① لوقا۔ ② یوحنا۔ ③ متی۔ ④ مرقس۔

دنیا میں دین داری اور ہدایت کا معاملہ اتنا بگڑ چکا تھا کہ ﴿ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

کی کیفیت تھی۔ اللہ تعالیٰ کو انسانوں پر رحم آیا اور زمین والوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے اپنے آخری نبی ﷺ کے ذریعے آخری کتاب نازل فرمائی:

﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [الجمعة: ٢]

''وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔''

اللہ آپ ﷺ پر ہزاروں درود وسلام بھیجے۔ آپ ﷺ نے ۲۳ سالہ نبوت کی زندگی میں ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کو نہ صرف کفر کے اندھیروں سے نکالا بلکہ ان کو باقی ساری دنیا کے لوگوں کے لیے رشد و ہدایت کا مبلغ بنا دیا، جو قرآن اور سنتِ رسول کی صورت میں تھی۔ یہ پاکباز نفوس آپ ﷺ کے مشن (یعنی دعوت و جہاد) کو لے کر دنیا میں پھیل گئے، شرق وغرب ان کے سامنے سمٹ گئے۔

اس وقت جن کی مذہبی اجارہ داریاں ختم ہوگئی تھی انھوں نے پہلے پہل تو میدان ہائے کارزار میں مقابلے کی کوشش کی تاکہ اس نورِ ہدایت کو ختم کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں انھیں ناکام کر دیا۔ پھر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں آپ کی نرم مزاجی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انھوں نے پَر پُرزے نکالنے شروع کیے، ان کا سرغنہ ایک یہودی عالم عبداللہ بن سبا بنا۔ اس نے اطرافِ عالم سے اپنے اردگرد خناس لوگوں کو جمع کیا اور منصوبہ یہ بنایا کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ میدانوں میں تو جنگ کر کے غالب نہیں آ سکتے لہٰذا مسلمان بن کر ان میں اختلاف ڈالا جائے، ان کے عقائد کو بگاڑا جائے۔ ان کی اس شیطانی کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈال کر مسلمانوں کو بھی اس گمراہی پر ڈال دیا۔ پھر بعض مفاد پرست یا دنیاوی حصول کے خواہش مند علماء نے اس راستے پر چل کر قرآن وسنت سے انحراف کیا اور شرک وبدعات کا دروازہ کھول دیا، جو بعد میں اسلام کے اندر تفرقہ بازی کا سبب بنا۔

ان حالات میں اس امت کے مخلص لوگ جو کتاب وسنت کے امین تھے، وہ ان دونوں ہتھیاروں (قرآن وسنت) سے مسلح ہو کر میدان میں اترے اور ہر کذاب، مفسد اور بدعتی کا تعاقب کیا۔ اس کام

میں کتنی مصائب وآلام کو سہنا پڑا کسی نے اس کی پرواہ نہ کی۔اس دین حنیف ﴿اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ﴾ کے لیے اپنے مال کی قربانی دینی پڑی، اپنے گھر یا شہر یا ملک سے ہجرت کرنی پڑی بلکہ جان بھی لٹانی پڑی تو اس سے بھی دریغ نہ کیا۔الحمدللہ آج یہ دین دوسرے تمام ادیان کے مقابلے میں محفوظ ہے تو اس کا سبب صرف اور صرف محدثین کی وہ جماعت ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے شروع ہوتی ہے اور آج تک بلکہ قیامت تک ان کا وجود دنیا کے لیے ایک نعمت خداوندی ہے۔

یہ نگارشات بھی اسی تحریک کا حصہ ہیں جو اہل بدعت کے خلاف صحابہ کرام اور محدثین عظام نے شروع کی تھی۔اس میں اس تحریک کے مدوجزر کا تذکرہ ہے۔اسی سلسلۃ الذہب کے ایک اہم کردار شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ہیں۔وہ عمر بھر قرآن وحدیث کے ناموس وتحفظ کے لیے سینہ سپر رہے انھوں نے قرآن وسنت پر مخالفین کے اعتراضات پر اپنے قلم کو ہمیشہ گردش میں رکھا، انھوں نے راہ حق کی دعوت اور داعیانِ کتاب وسنت کو ایک لڑی میں پرو کر ایک جماعت کی صورت میں متحد کیا اہل باطل کے خلاف کھڑا کیا تاکہ وہ اجتماعی طور پر دعوت حق کے لیے کوشش کرسکیں۔اس کام میں وہ جنون کی حد کو بھی پھلانگ گئے تھے۔

اس کا سبب مجھے جو سمجھ آتا ہے وہ یہ کہ ان کے والد محترم مولانا ابراہیم رحمہ اللہ کو دینِ حق قبول کرنے کی وجہ سے بڑی تکلیفوں سے گزرنا پڑا، ان مصیبتوں نے انھیں جس سے وہ کندن بن کر اُبھرے۔قارئین کی دلچسپی کے لیے وہ تفصیل عرض کردیتا ہوں۔

اس موقع پر اس سرگزشت کی مختصر تفصیل عرض کرنا بے جا نہ ہوگا۔مولانا رحمہ اللہ کے دادا کا نام حکیم عبداللہ تھا، ان کے دو بیٹے تھے: ایک ابراہیم اور دوسرا احمد دین۔یہ دونوں ابھی چھوٹے تھے کہ باپ کے سایہ سے محروم ہوگئے اس وقت یہ گھرانہ پیر پرستی کی دلدل میں پھنسا ہوا تھے۔باپ کی وفات کے بعد کم سنی کی بنا پر مفلسی اور تنگ دستی نے آگھیرا۔اسی اثناء میں عقیدت کے نام پر سالانہ بھتہ لینے کے لیے پیر صاحب گاؤں آوارد ہوئے۔روایت کے مطابق گاؤں کا ہر گھرانہ ایک روپیہ بھتہ دیتا۔اب بیچاروں کا باپ فوت ہو چکا تھا، پھر اس وقت کوئی معاش کا ذریعہ بھی نہ تھا، بہت کوشش کے بعد نصف روپیہ یعنی آٹھ آنے اکٹھے کرسکے۔جب مولانا سلفی رحمہ اللہ کے والد ابراہیم نے یہ کل پونجی پیر صاحب کی نظر کی تو وہ اتنے کم پیسے دیکھ کر غضب

میں آ گیا اور اس یتیم کو تھپڑ دے مارا۔ اس پر اللہ کو ترس آ گیا کیونکہ وہ اس یتیم کی ہدایت کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس بچے، جس کی عمر اس وقت پندرہ بیس برس کے قریب ہوگی، نے بھی جواباً پیر کو تھپڑ مار دیا۔ جس کے نتیجے میں سارا گاؤں غضب ناک ہو گیا اور اس بیچارے کو گاؤں سے نکال دیا گیا۔

گاؤں کے لوگوں نے اس خاندان کا بائیکاٹ کر دیا، اعلان ہوا کہ کوئی ان کی زمین کاشت نہیں کر سکتا۔ مولانا سلفی رحمہ اللہ کے والد نا معلوم کس طرح لاہور پہنچ گئے، چونکہ وہ کتابت کا ہنر جانتے تھے اس لیے مزدوری کے لیے ایک پریس پر درخواست دی اور اپنی آپ بیتی سنائی۔ اللہ کی شان کہ پریس کا مالک ایک خدا ترس اور موحد انسان تھا۔ اس نے پوچھا کہ تم کیا مزدوری کر سکتے ہو؟ انھوں نے کہا میں کتابت جانتا ہوں، جب اس نے امتحان لیا تو وہ بڑا حیران ہوا کیونکہ آپ کے ہاتھ میں بڑی صفائی تھی۔ اتفاقاً پریس کا مالک بھی ان دنوں کسی ماہر کاتب کی تلاش میں تھا، کیونکہ اس کے پاس تحفۃ الاحوذی کی کتابت کا کام تھا۔ چنانچہ یہ ذمہ داری انھیں سونپ دی گئی۔ تقریباً اڑھائی مہینوں میں یہ کام مکمل ہوا۔ ان کو جو اجرت ملی وہ پچیس روپے تھی جو آج کے ہزاروں کے برابر تھی۔

جب پریس کے مالک سے اجازت لے کر گھر جانے لگے تو پوچھا میں کیا کروں؟ انھوں نے مشورہ دیا کیونکہ تمھارا گاؤں وزیر آباد کے قریب ہے، آپ محدث العصر حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے پاس چلے جائیں وہ آپ کی راہنمائی کریں گے۔ جب آپ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں گئے تو انھوں نے بڑی شفقت کا اظہار فرمایا۔ مولانا ابراہیم ان کی خدمت میں رہ کر تعلیم وتربیت کی منازل طے کرتے رہے، وقت گزرتا گیا۔ پھر ان کی شادی ہوگئی لیکن کئی سال اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔ ایک دن اپنے استاذ حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ سے عرض کی کہ میرے لیے اللہ سے دعا کریں، اللہ مجھے بیٹا عطا فرمائے، میں اس کو دین کے لیے وقف کر دوں گا۔

حضرت حافظ صاحب نے بڑی رقت کے ساتھ دعا کی جسے اللہ نے شرفِ قبولیت بخشا اور ایک بیٹا عطا کیا۔ مولانا ابراہیم گاؤں سے اپنے استاد محترم کو خوشخبری دینے آئے اور پوچھا کہ بچے کا نام کیا رکھوں؟ شیخ رحمہ اللہ نے بے ساختہ کہا: بھئی ابراہیم کا بیٹا اسماعیل! پھر مولانا ابراہیم نے اس بچے کی تربیت اپنے استاد کی راہنمائی میں کتاب وسنت سے ہی کی۔ انھوں نے جب شعور کی آنکھ سے دنیا کو دیکھا تو

ان کے کانوں نے ایک ہی ترانہ سنا: قال اللہ وقال الرسول ﷺ۔

مولانا ابراہیم نے جو نذر مانی اسے پورا کرنے کے لیے اپنی ساری توانائیاں اس بچے محمد اسماعیل پر خرچ کر دیں، کیونکہ یہ ایک ہی بچہ ان کی کل کائنات تھا، جسے وہ دین محمد ﷺ کی سربلندی کے لیے وقف کر چکے تھے۔ اور سونے پہ سہاگہ یہ کہ الشیخ الکبیر حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ نے اسے اتنا علمی رسوخ دیا کہ علم، تقویٰ، عبادت اور دعوت ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بن گئی۔ جب ان کے استاد مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ ۱۹۲۱ء میں گوجرانوالہ میں ان کی ذمہ داری لگا کر گئے تو اس وقت گوجرانوالہ میں معدودے چند اہل حدیث تھے۔ آپ نے اللہ کی توفیق سے دعوت وتبلیغ کا آغاز کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ جب ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت گوجرانوالہ میں ۷۰ مساجد اہل حدیث تھیں، آپ کے جنازے میں ایک لاکھ سے زائد عقیدت مند موجود تھے۔ میری یہ خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا پوتا ہونے کا شرف بخشا۔ ان کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ اللہ نے ہماری چوتھی پشت کو اپنے دین کی خدمت کا موقع دیا ہے۔

﴿ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ [النمل: ۱۹]

میں انتہائی ممنون ہوں فضیلۃ الشیخ حافظ شاہد محمود حفظہ اللہ کا کہ جو کام ہمیں کرنا چاہیے تھا اس میں وہ سبقت لے گئے۔ انھوں نے مختلف رسائل وجرائد میں بکھرے ہوئے ان کے علمی وتحقیقی مضامین مضامین، مقالات اور نادر تحریریں عمدہ طریقے سے یک جا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہماری طرف سے جزائے خیر سے نوازے اور ان کے علم وعمل میں برکت عنایت فرمائے۔ والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

اصل عید کس کی..؟

لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِیْدَ

اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ خَافَ بِالْوَعِیْدِ (مراسلہ: فرح اسلم، عاتکہ، صبغہ عبدالرحمٰن)

ڈھونڈیں گی نگاہیں اب اس پیکر اخلاص کو

مولانا عبدالرشید شاہد
داماد شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد اعظم رحمہ اللہ

موت ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ایک دن آتا ہے کہ ہر ذی نفس کو نا چاہتے ہوئے بھی داعی اجل کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اس دنیا سے جانا پڑتا ہے۔موت کے سامنے کوئی بھی ناقابل تسخیر نہیں ہے۔علماء سے لے کر اولیاء تک اور اولیاء سے لے کر انبیاء تک کوئی بھی موت سے مستثنیٰ نہیں ہے ،كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر جاندار نے موت کو چکھنا ہے۔

15 مارچ 2011ء بروز منگل تقریباً سہ پہر 04:00 بجے صیاد اجل نے چمنستان اسلام کے اس چہکتے ہوئے بلبل کو بھی تاک کر اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور چمنستان اسلام کا یہ بلبل جو زندگی بھر اپنے حریفوں سے للکارتے ہوئے یہ کہا کرتا تھا۔ ؎

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے ہو غرور ، آئے کرے شکار مجھے

شیخ الحدیث والتفسیر، استاذ الاساتذہ مولانا محمد اعظم رحمہ اللہ جنہوں نے کبھی اپنے کسی حریف سے ہار نہیں مانی تھی وہ ملک الموت سے ہار کر اور شکست کھا کر ہمیں روتا ہوا، بلکتا ہوا، سلگتا ہوا، سسکتا ہوا اور تڑپتا ہوا چھوڑ کر اتنی دور جا بسا کہ جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں پلٹا۔ ؎

چلے گی گلشن الفت میں جب نسیم سحر
تمہاری یاد میں کلیاں بھی مسکرائیں گی

اس نابغہ روزگار، قامت گلزار، خلیق اور شفیق انسان نے آخر اپنی زندگی کے 67 برسوں کی سانسوں کو سمیٹا اور آخرت کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اہل دانش کا قول ہے کہ پھولوں کو کانٹوں سے تولا جا سکتا ہے مگر خوشبو دنیا کے کسی بھی ترازو میں نہیں تولی جا سکتی۔مگر اس دن کے منظر نے پھول سے خوشبو اور جسم سے روح کے جدا ہونے کا جو منظر کھینچا ہے اسے آنکھ کی پتلی کے پانی میں بھی نہیں سمویا

جاسکتا۔صداقت،شرافت،امانت،دیانت،اخلاص اورمحبت کے علمبردار مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کچھ اس ادا سے جدا ہوئے کہ شہر تا شہر اور تا حد نگاہ استادوں، طالبعلموں کے دلوں میں ویرانی رقص کرتی ہوئی نظر آرہی تھی۔شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص اور فرد ہی نہیں بلکہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن،امانت ودیانت کا ایک عہد،ایک ادارہ،ایک دبستاں اور صِبۡغَةَ اللّٰهِ کے رنگ میں رنگے ہوئے دینی تہذیبی دور تھے۔چمنستان اسلام کی چہل پہل اور رونق کل بھی برقرار تھی،آج بھی برقرار ہے اور قیامت تک یہ چہل پہل اور رونق انشاء اللہ اسی طرح برقرار رہے گی،اوراس چمنستانِ اسلام کا ہر وہ پھول جس نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی آغوش محبت میں تربیت وپرورش پائی یا آپ کے وہ ہمعصر جنہیں آپ کی سنگت میں کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا وہ برسوں اور عشروں تک آپ کی خوشبو ومہک کو اپنے دل میں محسوس کرتے رہیں گے۔ ؎

آتی رہیں گی یاد ہمیشہ وہ صحبتیں
ڈھونڈا کریں گے ہم انہیں فصل بہار میں

استاذی المکرّم جناب مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ جہاں اپنی وضع میں یگانہ روزگار تھے وہاں دین کی محبت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔آپ کی دین سے لگن اور محبت کا اندازہ اس بات سے لگالیں کہ جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کسی بھی بیٹی اور بیٹے کا رشتہ مال ودولت دیکھ کر نہیں کیا بلکہ آپ نے اپنی ہر بیٹی اور بیٹے کا رشتہ طے کرتے ہوئے مال ودولت کی جگہ دین کو ترجیح دی ہے۔مجھ جیسے ناچیز کو اگر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا داماد ہونے کا شرف ملا ہے تو وہ صرف دین کی وجہ سے ہے۔مجھے یاد ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی بیٹی کی نسبت میرے ساتھ کرنا چاہی تو مجھے اپنے گھر لے گئے اور ایک پرتکلف مہمان نوازی کے بعد کہنے لگے شاہد بیٹا میرا دل چاہتا ہے کو میں تجھے اپنا نسبتی بیٹا بنالوں،تمہارا کیا خیال ہے؟جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات کی تو میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں استاد محترم کو کیا جواب دوں کیوں کہ اس موقع پر استاد جی کے سامنے لب کشائی کرنا میرے لئے بہت ہی مشکل تھا،میں نے عرض کی آپ میرے استاد ہیں اور آپ کو پتہ ہے کہ میں ابھی آپ ہی کے زیر سایہ اور زیر شفقت زیر تعلیم ہوں اور والد محترم ایک مزدور پیشہ آدمی ہیں اس لئے میرے مالی حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ

میری شادی ہو۔ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے میری بات سنی تو بڑے پیار سے کہنے لگے کہ میں تم سے کسی مال، دولت کی ڈیمانڈ نہیں کر رہا میں تو صرف دین کی وجہ سے تجھے اپنا بیٹا بنانا چاہتا ہوں، رہی بات رزق کی تو وہ اللہ کے سپرد ہے جو تیرے اور میری بیٹی کے نصیب میں ہوگا وہ تمہیں اللہ ضرور دیگا۔ پھر جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی والد محترم سے بات ہوئی تو والد محترم نے بھی وہی بات کہی کہ آپ علمی دنیا کی کہکشاں کے چمکتے ہوئے ستارے اور میں ذرہ بے نور، اس لئے میرا اور آپ کا کوئی جوڑ نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت ہی عزت اور وقار عطاء کیا ہوا ہے میری اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ میں ایک مزدور پیشہ آدمی ہوں میں آپ کی برابری نہیں کر سکتا۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے والد محترم کو کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑا اور کہا یار تم دیندار ہو کر ایسی باتیں کیوں سوچتے ہو رزق نہ تیرے ہاتھ میں ہے اور نہ ہی میرے ہاتھ میں، رزق تو اس آسمان والے کے ہاتھ میں ہے ۔میری بیٹی کے جو نصیب میں ہوگا وہ اسے مل کے رہیگا ؎

نظر ڈالی نہ تھی اس نے کبھی اسباب زینت پر
اللہ رحمت کرے اس پاکباز ونیک طینت پر

یہ تھا میرے شیخ مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اللہ پر توکل، بھروسہ، دین سے لگن اور محبت۔ انکی یہ دینی محبت ہی ہے کہ مجھ جیسے ناچیز کو آپ کا روحانی فرزند ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کا نسبتی بیٹا بننے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ موت تو ہر ذی روح کا مقدر ہے۔ ہر روز ہزاروں لوگ اس عالم فانی سے اس دار جاودانی کی طرف رخت سفر باندھ کر روانہ ہو رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر جانے والے کا صدمہ ہوتا ہے جو چند روز تک تو تازہ رہتا ہے لیکن پھر آہستہ آہستہ اس صدمے کا بوجھ دل سے اترنا شروع ہو جاتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے لیکن آپ کی موت کا صدمہ میرے لئے وہ صدمہ ہے جو تا زندگی تازہ رہیگا۔ اور یہ دل روز اول ہی کی طرح اس صدمے کو محسوس کرتا رہیگا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہمارے لئے ایسے ہی ہے کہ جیسے تپتے ہوئے صحرا میں جہاں سر پر آسماں سے آگ برساتے ہوئے سورج کی تپش کی شدت اور پاؤں کے نیچے جھلستی ہوئی ریت کی حدّت ہو تو اچانک اوپر سر سے ٹھنڈے اور گھنے سائے والا سائبان ہٹا دیا جائے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔دعوت وتبلیغ کا میدان ہو یا درس وتدریس کا، خطابت کا میدان ہو یا تحقیق وتصنیف کا آپ نے ہر جگہ اپنی خدمات سر انجام دے کر اپنی قابلیت کا لوہا منوایا، تصنیف کے میدان میں آپ نے معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، شب برأت، باہمی احترام کے اسلامی اصول، اتحاد امت، رشوت حرام، مقام حدیث، احکام اسلام، جہاد اسلامی، واقعہ کربلا، حج مسنون، فضائل رمضان، مسائل قربانی، جیسے عنوانات پر مختصر مگر جامع اور مؤثر قسم کے چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی شکل میں پمفلٹس تحریر کر کے اپنے ایک تحقیقی قلم کار ہونے کا ثبوت دیا۔اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی اپنی بیماری، کمزوری اور نقاہت کو دعوت وتبلیغ اور درس وتدریس میں آڑے نہیں آنے دیا تھا۔ ؎

دین کی محبت ان کے ارادوں میں رواں تھی
پیرانی کے عالم میں بھی سوچ ان کی جواں تھی

اگر چہ وہ آفتاب تازہ 67 برسوں پر محیط زندگی کے محور کے گرد گھوم کر ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا، اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔آسمان کا سورج غروب ہو جائے تو یہ زمین رات کی کالی قبا اپنے شانوں پر اوڑھ لیتی ہے مگر مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی موت کی پناہ میں آجانے کے باوجود ان کے علم کی شمع تا حشر روشن رہے گی۔چراغ سے چراغ جلنے کا یہ عمل جاری وساری رہے گا۔اور آپ کے وہ ہزاروں شاگرد آپ کے لئے صدقہ جاریہ رہیں گے۔انشآء اللہ

شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ عادات واخلاق کے اعتبار سے دل کے غنی، طبیعت کے فقیر، خوش مزاج، ملنسار اور بہت زیادہ مہمان نواز تھے۔ان کے نظریات سے کسی کو اختلاف ہو سکتا تھا لیکن آپ کا یہ وصف تھا کہ وہ اپنے مخالف نظریات کے حامل شخص کو بھی اسی محبت سے ملتے جس محبت سے وہ اپنے کسی ہم خیال آدمی سے ملتے۔دینی طلباء سے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبت کرتے اور حقیقت میں بھی یہی ہے کہ آپ طلباء کے حق میں بہت ہی مشفق ومہربان تھے۔شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے بچوں کیساتھ محبت وشفقت کا رویہ اس طرح تھا کہ ہم میں سے ہر کوئی یہی سمجھتا کہ شیخ کو مجھ سے ہی سب سے زیادہ محبت ہے۔

شیخ مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں محدث زماں حافظ محمد گوندلوی کی سی تدریسی قابلیت، الشیخ علامہ ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کا سا تقویٰ و دیانتداری، شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا سا رعب و دبدبہ اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی سی دور اندیشی جیسی صفات بدرجہ اتم نظر آتی تھیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو علم وفضل کے ساتھ ساتھ فہم وفراست کی دولت سے بھی خصوصی طور پر نوازا ہوا تھا، اکثر دوست احباب اپنے بڑے بڑے خاندانی مسائل کے تصفیہ کیلئے آپ ہی کی خدمت میں حاضر ہوتے، اگر کسی مسجد کی انتظامیہ کی آپس میں کوئی چپقلش ہوتی یا اگر امام وخطیب کے ساتھ کوئی ان بن ہوتی تو آپ اس کا ایسا حل پیش کرتے کہ بڑے بڑے پنچائتی قسم کے لوگ بھی حیران رہ جاتے۔ آپ ایک بلند پایہ عالم دین، ممتاز علمی شخصیت کے مالک اور بہت ہی مشفق ومہربان استاد تھے۔ آپ کو مجلسی گفتگو میں بھی خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا علمی نکات حاصل کرنے کے ساتھ تفنن طبع سے بھی محفوظ ہوتا۔ آپ نے دل میں کبھی کسی کے خلاف حسد، کینہ، بغض اور غصہ نہ رکھا اور نہ ہی کبھی کسی سے بدلہ لیا۔

آہ کل تک جو تھا رونق زندگی
آج شہر خموشاں کی زینت بنا
زندگی سے خفا ہوکے وہ چل دیا
جیتے جی جو کسی سے خفا نہ ہوا

آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے میری یہ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب بھائیوں کو انکے نقش قدم پر چلتے ہوئے انکے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور اللہ تعالیٰ اس زہد و ورع کے پیکر کی ہر خطاء، ہر غلطی اور ہر لغزش سے درگزر فرما کر انکے درجات بلند فرمائے اور چمن زار اسلام کے اس بلبل کو اپنے باغ عدن کا مہمان بنائے اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ نصیب فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَرْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ الْفِرْدَوْس (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قسط نمبر ②

سند (Chain) کیا ہے..؟

محمد حسنین شاکر
فاضل جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم)

اصحاب واسلاف اور علم الاسناد

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسناد کی چھان بین کی طرف صحابہ کرام، اسلاف امت اور آئمہ محدثین نے خصوصی توجہ دی تا کہ صحیح روایات کو موضوع روایات سے الگ کر دیا جائے اور حدیث نبوی اور سنت رسول کے صافی چشمہ کو مکدر کرنے والے تمام شکوک وشبہات رفع کر دیئے جائیں،

① امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی یعنی جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان عالی شان ہے کہ

"ان هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذونه"

''یہ علم دین ہے دیکھو یہ آپ کس سے حاصل کر رہے ہو۔''

[التمهيد لابن عبدالبر (٤٥)]

② حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حدیث کے بارے میں بہت محتاط روش کے علمبردار تھے۔انہوں نے بغیر تحقیق کے روایات کی کثرت کو روکنے اور احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھنے اور فروغ دینے کے لیے حدیث میں اصول شہادت کو بنیاد بنایا۔کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو صحابہ سے پوچھے اور اطمینان حاصل کرتے جیسا کہ دادی کی میراث والے مسئلے میں آپ نے کیا۔

[تمنا عمادی، اعجاز القرآن واختلاف قرأت (رحمان پبلشنگ ناظم آباد، کراچی، ۱۹۹۴ء) ص، ۵۴]

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''حضرت ابوبکر صدیق پہلے شخص تھے جنہوں نے قبول اخبار میں احتیاط کی۔

[تمنا عمادی، اعجاز القرآن واختلاف قرأت (رحمان پبلشنگ ناظم آباد، کراچی، ۱۹۹۴ء) ص، ۵۴]

③ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی احتیاط سند احادیث کے سلسلے میں صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں انصار کی ایک مجلس میں تھا ابوموسیٰ تشریف لائے جیسے گھبرائے ہوئے ہوں۔انہوں نے کہا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت چاہی لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملا،اس لیے واپس چلا آیا (جب عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا) تو انھوں نے دریافت کیا کہ (اندر آنے میں) کیا بات مانع تھی؟ میں نے کہا کہ میں نے تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگی اور جب مجھے کوئی جواب نہیں ملا تو واپس چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی سے تین مرتبہ اجازت چاہے اور اجازت نہ ملے تو واپس چلا جانا چاہے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ تمہیں اس حدیث کی صحت کے لیے کوئی گواہ لانا ہوگا (ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجلس والوں سے پوچھا) کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہو؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! تمہارے ساتھ (اس کی گواہی دینے کے لیے) جماعت میں سب سے کم عمر شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں کھڑا ہوگا۔ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا اور میں ہی جماعت کا سب سے کم عمر آدمی تھا۔ میں ان کے ساتھ اٹھ کر گیا اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ واقعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔ [صحیح بخاری(٦٢٤٤)]

④ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی روایت حدیث کے قبول کرنے میں اتنے احتیاط پسند تھے کہ جو حدیث انہوں نے خود نہ سنی ہوتی اسے کسی اور سے سنتے ہوئے اطمینان کے لیے قسم لیتے تھے۔

[پرویز،غلام احمد،تصوف کی حقیقت (طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور،دسمبر ١٩٩٦ء)ص(مقدمہ،ع ،غ)]

⑤ امام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری رحمہ اللہ حدیث کو سند کے بغیر بیان کرنے کو اللہ پر جرأت سمجھتے ہیں ۔عتبہ بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ وہ اسحٰق بن ابی فروہؒ کے پاس تھے اور ان کے پاس امام زہری رحمہ اللہ تھے۔انہوں نے کہا کہ ابن ابی فروہؒ نے کہنا شروع کیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: اے ابن ابی فروہ..! تجھے اللہ ہلاک کرے تو اللہ پر کتنی جرأت کرتا ہے۔حدیث

کو سند سے بیان کیوں نہیں کرتا..؟ تو ہمیں ایسی حدثیں سناتا ہے جن کی نہ نکیل ہے نہ مہار (یعنی سند حدیث) [معرفة علوم الحديث (ص/ ٦)]

یہی وجہ ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ جب کبھی حدیث بیان کرتے تو ساتھ سند بھی بیان فرماتے سند کے متعلق ان کا قول ہے کہ:

"لا يصلح ان يرقى السطح الا بدرجة"

''سیڑھی کے بغیر چھت پر چڑھنا ممکن نہیں''

[كتاب الجرح والتعديل لا بن ابى حاتم (١٤/١)]

⑥ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سند کو دین کا حصہ قرار دیتے ہیں اور غلط احادیث روایت کرنے والوں کے لیے اسے ایک لگام تصور کرتے ہیں۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں:

"الا سناد من الدين لو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء"

''اسناد دین میں سے ہیں، اگر سند نہ ہوتی تو جو کوئی جو کچھ چاہتا کہتا۔''

[معرفة علوم الحديث للحاكم(ص/٦)]

⑦ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اسناد کو مومن کا ہتھیار سمجھتے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں:

"الاسناد صلاح المومن اذالم يكن معه سلاح فبأىّ شيىء يقاتل"

''اسناد مومن کا ہتھیار ہیں جب اس کے پاس ہتھیار ہی نہ ہو تو وہ لڑائی کیسے کریگا۔''

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ ایسی حدیث کو جو کہ سند کے بغیر ہو ایسے کھانے سے تشبیہ دیتے ہیں جو کہ بھوک نہ مٹا سکے۔ فرماتے ہیں۔

"كل حديث ليس فيه "أنا "و"حدثنا"فهو خل وبقل"

''ہر وہ حدیث کہ جس میں ''اخبرنا'' اور ''حدثنا'' نہیں وہ سرکہ اور سبزی کی مانند ہے۔''

[الكفايه فى علم الرواية للخطيب البغدادى (٢٨٣)]

⑧ انہی کا ایک اور قول ہے کہ

"كل حديث ليس فيه "حدثنا"و"اخبرنا"مثل الرجل بالفلاة معه البعير ليس له

حطام "

«ایسی حدیث جس میں ''حدثنا'' اور ''اخبرنا'' نہ ہو۔اس آدمی کی مانند ہے جس کے پاس جنگل میں بغیر مہار کے اونٹ ہو۔''

[الکامل فی ضعفاء الرجال لا بن عدی (٤٨/١)کتاب المجروحین (٢٧/١)]

⑨امام اعمش رحمہ اللہ جب کسی کو بغیر سند کے حدیث بیان کرتے تو کہتے کہ:

"بقی رأس المال حدثنی فلان ثنا فلان من فلان "

''اصل زر باقی رہ گیا فلان نے حدیث بیان کی اس نے کہا فلان نے مجھے فلان سے حدیث بیان کی ہے۔'' [کتاب المجروحین لا بن حبان (٢٧/١)]

⑩امام شافعی رحمہ اللہ سند کے بغیر حدیث کو فائدہ مند کی بجائے نقصان دہ فرماتے ہیں۔ان کا قول:

"مثل الذی یطلب العلم بلاحجة کمثل حاطب اللیل یحمل حزمة حطب و فیه افعی تلدغه وهو لا یدری"

''ایسا شخص جو بلا دلیل (سند) علم حاصل کرنا چاہتا ہے۔حاطب اللیل (رات کو لکڑیاں اکٹھا کرنے والے) کی مانند ہے جو لکڑیاں کا گٹھا اٹھائے اور اس میں سے سانپ نکلے جو اس کو ڈس لے حالانکہ وہ اس سے بے خبر ہو۔''

⑪امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے تھے۔

"الاسناد من الدین "

''اسناد دین کا حصہ ہیں۔'' [التمهید لا بن عبدالبر (٥٧/١)]

⑫امام یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبہؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ:

" انما تعلم صحة الحدیث بصحة الاسناد"

''حدیث کی صحت کا علم سند کی صحت سے ہوتا ہے۔''

[التمهید لا بن عبدالبر (٥٧/١)]

⑬امام اوزاعی رحمہ اللہ کا قول ہے:

"ماذهاب العلم الاذهاب الاسناد"

''اسناد کا ضیاع علم کا ضیاع ہے۔'' [التمهيد لا بن عبدالبر (٥٧/١)]

⑭اس سلسلے میں امام القعنبی رحمہ اللہ کے اشعار قابل غور ہیں۔

اذا لم يكن خبر صحيح عن الاشياخ متضح الطريق

فلا ترفع به رأسا ودعه فانى ناصح لك يا صديقى

واسقاط المشائخ من حديث أشد على من ثكل الشقيق

وما فى الارض خير من حديث له نور باسناد و ثيق

جب صحیح سند والے شیوخ سے حدیث صحیح نہ ہو (یعنی بغیر سند کے ہو) تو اس کی طرف سر اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔ اور اس کو چھوڑ دو، اے دوست میری یہی نصیحت ہے۔ حدیث کے مشائخ کا اسقاط میرے لیے حقیقی بھائی کی گمشدگی سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ اس حدیث سے بڑھ کر زمین میں کوئی چیز بہتر نہیں جس کے لیے بااعتماد سند کا نور ہو۔ [الالماع للقاضى عياض بن موسى (١٨٩)]

علم الاسناد امتِ محمدیہ کا اعزاز

(۱) اسناد کے بارے میں حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

((اصل الاسناد اولا خصيصة فاضلة من خصائص هذه الامة))

''اسناد اس امت کی خصوصیات میں سے ایک بنیادی خصوصیت ہے''

[مقدمه ابن الصلاح (٣٥٧)]

(۲) امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

((ليس لامةمن الامم كاسنادهم يعنى هذه الامة))

''امتوں میں سے کسی امت کے پاس بھی اسناد نہیں جس طرح کہ اس امت کے پاس ہیں۔''

[تهذب الكمال للامام مزى ١٦٦/١)]

(۳) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((علم الاسناد والروایة مما خص اللہ بہ امة محمد وجعله سلما الی الدرایة فاهل الکتاب لا اسناد لهم))

''علم الاسناد اور روایت ایسی خصوصیت ہے جو اللہ نے امت محمدیہ کو خاص عنایت کی۔ اس کو درایت کیلئے سیڑھی بنایا اور اھل کتاب کے پاس اسناد نہیں ہے۔''

[التمهید لابن عبدالبر ۵۷/۱]

(۴) تقابل ادیان کے سب سے پہلے متبحر عالم امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((نقل الثقة کذالك یبلغ الی النبی خص الله به المسلمین دون سائر اهل الملل کلها))

''ثقہ کا ثقہ سے نقل کرنا یہاں تک کہ یہ (سلسلہ) نبی اکرم ﷺ تک پہنچے۔ یہ خصوصیت اللہ تعالی نے تمام ملتوں میں سے صرف مسلمانوں ہی کو عطا فرمائی ہے۔''

[کتاب الفصل فی الملل والاهواء النحل لابن حزم،۸۲/۲]

پھر آگے یہود و نصاریٰ کا ذکر کیا کہ ان کا سلسلہ (اسناد) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک نہیں پہنچتا۔ اس بارے میں لکھتے ہیں:

((واما اقوال الصحابة والتابعین فلا یمکن الیهود ان یبلغو الی صاحب النبی اصلا ولا الی تابع ولا یمکن النصاری ان یصلوا اعلیٰ من شمعون بولس))

''جہاں تک یہود کا تعلق ہے ان (یہود) کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (یہود) اور تابعین کے اقوال کے متعلق ممکن ہی نہیں کہ وہ نبی کے صحابی تک (بسند) ہوں اور نہ ہی تابعی تک۔ اور عیسائیوں میں شمعون اور پولس سے آگے سند ممکن نہیں''

[کتاب الفصل فی الملل والاهواء النحل لابن حزم،۸۲/۲]

(۵) تاریخ ابن عساکر میں امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ کا قول ہے

((لم یکن فی أمة من الأمم منذ خلق الله آدم أمة یحفظون آثار نبیهم غیر هذه الأمة))

''آدم کی تخلیق سے لے کر کوئی امت ایسی نہیں جو اپنے نبی کے آثار کی حفاظت اس طرح

کرتی ہو جس طرح کہ یہ امت کرتی ہے۔''

[فیض القدیر شرح جامع الصغیر للمناوی :١/٤٣٤)]

(٦) ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((اصل الاسناد خصیصة فاضله من خصائص هذه الامة))

''اس امت کے خصائص میں سے ایک خصوصیت اسناد کا حامل ہونا ہے۔''

[شرح شرح نخبة الفكر لملاعلی قاری:ص :١٩١)]

(٧) ابوبکر محمد رحمہ اللہ نے فرمایا:

((بلغنی ان الله خص هذه الامة بثلاثة اشياء لم يعطها من قبلها من الامم ،الاسناد ،والانساب والاعراب))

''مجھے یہ بات پہنچی کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں اس امت کو عنایت فرمائیں کہ ان سے پہلے کسی امت کے پاس نہیں۔اسناد،انساب اور اعراب۔''

[المواهب اللدنيه ٥/٤٥٣)]

(٨) ابوالعباس الدغولی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن حاتم رحمہ اللہ سے سنا فرماتے تھے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مکرم بنایا اور اسناد کے ساتھ اس امت کو شرف بخشا قدیم اور جدید زمانے میں کسی امت کے ہاں اسناد نہیں۔ان کے پاس صحائف ہیں۔انہوں نے اپنی کتابوں سے خبروں کو ملایا۔انکے ہاں تورات اور انجیل اور ان کی خبروں میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔جو انہوں نے غیر ثقہ لوگوں سے لی ہیں۔''

[فهرس الفهارس ،١/٥٠ بحواله علوم الحديث :از ڈاکٹر عبدالروف ظفر :ص:١٠١)]

(٩) ابوبکر ابن العربی المعافری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اسناد کی وجہ سے مکرم کیا جو کہ ان سے پہلے کسی امت کے پاس نہ تھیں۔آپ اس بات سے پرہیز کریں کہ یہود و نصاریٰ کے طریقہ کو اپنائیں کہ (ان کی طرح) سند کے بغیر حدیث کو بیان کرنے لگیں۔اس صورت میں آپ اپنے آپ سے اللہ کی

نعمت کو سلب کرنے والے ہوں گے اور آپ تہمت کو اپنی طرف راستہ دینے والے ہوں گے اور اپنے مقام کو ضائع کرنے والے ہوں گے اور آپ اس قوم کے مشترک ہوں گے جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان پر اس کا غضب ہوا اور آپ اسی طریقہ پر چلنے والے ہوں گے۔'' [فهرس الفهارس ،۱/۵۰)]

علم اسناد اور مستشرقین (Orientlists) کا اعترافِ حقیقت

مستشرقین کی مشکل یہ تھی کہ انہیں مسلمانوں کی مضبوط علمی روایت کا سامنا کرنا پڑا استعماری قوتیں اپنے سیاسی مصالح کے تحت مسلمانوں کو فکری طور پر مغلوب کرنے کی جو منصوبہ بندی کر رہی تھیں۔اس کے لیے یہ سکالرز راہیں ہموار کر رہے تھے۔ان کی اولین کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کی علمی روایت کو مشکوک قرار دیا جائے۔

آنحضور ﷺ کی ذات کے حوالے سے اور مسلمانوں کے سنہری دور کے تعامل کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کئے جائیں ایک دفعہ یہ معیاری دور نا قابل قبول ہو جائے تو مسلمانوں کے فکر وعمل کی ساری بنیاد منہدم ہو جائے گی۔

مستشرقین کا اصل مسئلہ نفسیاتی ہے۔مسلمانوں سے رابطے کے بعد انہیں اپنے مذہبی ذخیرۂ علمی کا تقابل کرنا پڑا۔ان کی علمی روایت میں مذہبی تحریروں کی قطع وبرید اور ردوبدل شامل تھا۔عہد نامہ قدیم کی تصنیف کے مراحل متعین تھے اور عہد نامہ جدید کی کتب کی تصنیف اور ان کی حیثیت کا بھی انہیں علم تھا حضرت مسیح علیہ السلام کی مستند اور مفصل سوانح عمری کا کوئی وجود نہیں۔

اناجیل اربعہ ان کی وفات کے کافی عرصہ بعد لکھی گئیں۔زبانی روایت کو ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل تھی جب حدیث کا مستند ذخیرہ ان کے سامنے آیا اور سیرت رسول پر قابل اعتماد کتب ان کی نظر سے گزریں تو انہیں اپنی کمتری کا احساس ہوا۔

ا۔مشہور مستشرق سپرنگر (Springer) جب ''الاصابہ'' کو ایڈیٹ کرنے لگا تو مبہوت ہو کر اس کے مقدمہ میں لکھتا ہے کہ:

(The Glory of literature of the Mohammadans is itsliterary biography there is no nation nor has. There been any which like them has during the 12 centuries recorded the life of every man of letters.If the biographical records of the musalmans are collected.Weshould probably have accounts of the lives of talf a million of distinguished persons,and it would bi found that there is not a decennium of their history,nor a place of importance which has not its representatives)

''مسلمانوں کے ادب (Literature) کی فضیلت وعظمت کا اندازہ ان کے ہاں مروجہ علم اسماء الرا جال اور علم الاسناد سے بخوبی ہوتا ہے۔'' نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری کہ جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اور اس فن کی بدولت بارہ صدیوں کے عظیم علماء (رواۃ) کی سوانح عمریاں (Biographies) معلوم کی جاسکتی ہیں۔ ''

(Al.Isabah by ibn-i-Hajar (introduction by Springer)

Biship's College Press Calcutta,1856.)

۲۔ اور مشکوٰۃ المصابیح کا مترجم (Robson) کہتا ہے:

(In the gospels as they stand we don't have the various elements of the sources separated out for us as we do through the "Isnads"of muslim traditionswhere at least apparently,the trensmission is traced back to the source)

''مسلم روایات کے وہ سلسلے جو کہ اسناد کہلاتے ہیں اور حدیث کے متن (Text) کو اس کے اصل ماخذ

(Source) یعنی رسول اللہ تک پہنچاتے ہیں۔ وہ (متن سے) علیحدہ ذرائع کے مختلف عناصر (یعنی اسناد) ہمارے ہاں اناجیل میں نہیں ہیں۔ ''

(Use of isnad ibn-i-Ishaq, by Robson's James, (Bulletin of the John Ryland Library, University of Manshester UK,

Vol.38,2 nd march 19560)

[بحوالہ علوم الحدیث از ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر ص ۱۰۴]

۳۔ پروفیسر مارگولیتھ (margoliouth) نے آنحضور ﷺ کی سیرت پر جو کتاب لکھی وہ کذب وافتراء اور تاویل وتعصب سے بھری پڑی ہے لیکن اس کے باوجود جب وہ سیرت کے پیش بہا لٹریچر پر نظر ڈالتا ہے تو مجبور ہو کر لکھتا ہے:

''محمد ﷺ کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے۔''

(muhammad' written by Margoliouth)

علوسند

علم مصطلح الحدیث میں راویوں کے رسول اللہ ﷺ سے قرب وبعد کے اعتبار سے سند کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ (۱) عالی (۲) نازل

(۱) سند عالی

لغوی مفہوم: عالی، علو کا اسم فاعل ہے۔ جو کہ نازل کی ضد ہے۔ اس کے لغوی معنیٰ بلندی کے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم: سند عالی وہ سند جس کے رجال (Narrators) دوسری سند کی نسبت کم ہوں کیونکہ کثرت رجال (وسائط) والی روایت قلیل وسائط کے مقابلہ میں رد کر دی جاتی ہے۔

آسان الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عالی سند سے مراد حدیث کی وہ سند ہے جو کم واسطوں سے ہو کر

رسول اللہ ﷺ تک پہنچی ہو۔

[اصطلاحات حدیث از ڈاکٹر محمود الطحان:ص :١٩٦ ،حدیث لہ اھمیت اور ضرورت:خلیل الرحمن چشتی:ص:١٧٨)]

حدیث اور علوسند

امام حاکم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: "طلب العلم الاسناد العالی سنة صحیحة"

''اسناد عالی کی طلب سنت صحیحہ ہے'' [معرفة علوم الحدیث (ص٦)]

پھر انہوں نے اس سلسلے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی جس میں بنی سعد بن بکر قبیلہ کا سردار ضمام بن ثعلبہ ٩ھ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مختلف قسم کی باتوں کی تصدیق کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں اس بات کی ممانعت تھی کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ سے کسی چیز کے متعلق سوال کریں ہمیں یہ بات پسند تھی کہ کوئی اعرابی آکر سوال کرے اور ہم سنیں بنی سعد بن بکر قبیلہ کا سردار ضمام بن ثعلبہ نامی ایک آدمی آیا اس نے کہا اے محمد ﷺ! آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا ہے اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کے بھیجا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔''

اس نے پوچھا زمین کس نے بنائی...؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے،،

اس نے پوچھا پہاڑ کس نے بنائے..؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے''

اس میں فائدے کس نے بنائے..؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے''

اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور پہاڑوں کو نصب کیا اور ان میں منافع رکھے کیا اللہ نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''

اسنے کہا کہ قاصد نے کہا کہ:

''ایک دن اور ایک رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا''

اس نے کہا: کیا اللہ نے آپکو یہ حکم دیا ہے..؟ فرمایا: ''ہاں''

اس نے کہا کہ آپ کے قاصد کا یہ خیال ہے کہ ہمارے مالوں میں زکوۃ ہے..؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا''

اس نے کہا: '' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے..؟''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''ہاں''

پھر اس نے کہا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ سال کے ایک ماہ کے روزے ہم پر فرض ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' اس نے سچ کہا: اسنے کہا آپ کے قاصد نے کہا: ہم میں سے جو حج کی استطاعت رکھتا ہو وہ حج کرے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' اس نے سچ کہا۔ پھر اسنے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپکو حق کے ساتھ بھیجا نہ میں اس میں کمی کروں گا اور نہ زیادتی جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((لئن صدق ليدخلن الجنة)) ''اگر اس نے سچ کہا تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔''

اس حدیث کو بیان کر کے امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح مسلم میں بھی ہے یہ حدیث بھی اسناد نزولی کو چھوڑ کر علو سند کی اجازت کی دلیل ہے۔ اگر طلب علو اسناد اچھا کام نہ ہوتا تو آپ اس کے سوال کو برا سمجھتے۔

[معرفة علوم الحديث للحاكم ص٥)الحديث والمحدثون للاستاذمحمد اابو زهو ص ٦٠)
(صحيح مسلم((علوم الحديث از ڈاکٹرعبدالروف]

اصحاب واسلاف اور علو سند

① حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ایک حدیث سننے کی خاطر مدنیہ منورہ سے روانہ ہو کر حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مصر حاضر ہوئے۔ جب امیر مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے تو بڑے تپاک سے ملے۔ معانقہ کیا اور زحمت فرمائی کی وجہ پوچھی۔ فرمانے لگے ''میں نے نبی اکرم ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی۔ آج روئے زمین پر میرے اور عقبہ رضی اللہ عنہ کے سوا دوسرا کوئی شخص موجود نہیں۔ جس نے یہ حدیث نبی اکرم ﷺ سے سنی ہو۔ آپ میرے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو مجھے عقبہ رضی اللہ عنہ کے گھر تک پہنچا دے۔ جب عقبہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے تو انہوں نے گھر سے نکل کر معانقہ کیا اور آنے کی وجہ پوچھی۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے سبب بیان کیا۔ عقبہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ

فرماتے ہوئے سنا کہ ''جس شخص نے مومن کے کسی عیب پر پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔'' ابوایوب رضی اللہ عنہ کہنے لگے ''آپ نے بجا فرمایا: پھر ابوایوب رضی اللہ عنہ اپنی ناقہ پر سوار ہوکر مدینہ لوٹ آئے۔ اور اس کا کجاوہ بھی نہ کھول پائے۔ اور جب امیر مسلمہ بن مخلد کا بھیجا ہوا قافلہ ان کی تلاش میں نکلا تو وہ عریش مصر کے مقام پر پہنچ چکے تھے۔

[معرفة علوم الحديث للحاكم (ص/۸)]

[**نوٹ:** حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے مصر تک کا طویل سفر ایک حدیث کی خاطر کیا تاکہ اس حدیث کے لفظوں میں کسی قسم کا شک نہ رہ جائے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں سے اس کی تصدیق مدینہ ہی میں کر سکتے تھے لیکن انہوں نے براہ راست حضرت عقبہ سے معلوم کرنا ضروری خیال کیا اس لیے کہ انہوں نے براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی تھی۔

② ابن عقیل سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ طلب حدیث کے لیے اپنے سفر کا قصہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے اونٹ خریدا اور ایک ماہ کا سفر طے کر کے ملک شام میں عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچا۔ قاصد کے ذریعے گھر اطلاع کرائی گئی۔ دریافت کیا گیا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو فوراً عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور مجھے گلے لگایا، میں نے ان سے کہا، مجھے ایک حدیث کا علم ہوا ہے جسے براہ راست میں نے نہیں سنا ہے، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ہم دونوں میں سے کسی کو موت کا پیغام نہ آجائے اس لیے میں نے سفر میں جلدی کی، عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا اس حال میں کہ وہ برہنہ بدن، بے سروسامان ہوں گے، ہم نے پوچھا'' بهما'' کے معنی کیا ہیں..؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسے اشخاص جن کے پاس کچھ نہ ہو پھر اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا ایسی آواز جس کو دور والے بھی سنیں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ گمان ہے کہ آپ نے اس کے بعد فرمایا جیسے قریب والے سنتے ہیں (اللہ تعالیٰ فرمائیگا) میں ہی بادشاہ ہوں، کوئی جنتی، جنت میں داخل نہ ہوگا اس حال میں کہ کوئی دوزخی ظلم کی بنا پر اس سے (قصاص) کا مطالبہ کر رہا ہو، اور کوئی دوزخی دوزخ میں داخل نہ ہوگا اس حال میں کہ کوئی جنتی اس سے ظلم کی وجہ سے بدلہ کا تقاضا

کر رہا ہو۔'' اگر صحابہ کے نزدیک علو سند کی کوئی اہمیت نہیں۔ تو صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ صرف ایک حدیث کی خاطر اتنا لمبا دشوار گزار سفر اختیار نہ کرتے۔

[الجامع الاخلاق الراوی ۹/ ۱٦۸) و تذکرة الحفاظ /٤۳)صحیح بخاری باب الخروج فی طلب الحدیث)]

③ حضرت کثیر بن قیس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ میں دمشق کی مسجد میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے ابو درداء میں آپ کے پاس مدینہ سے فقط ایک حدیث سننے آیا ہوں مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں میں یہاں کسی اور غرض کے لیے نہیں آیا۔ تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص علم کی جستجو میں کسی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں پر گامزن کر دیتے ہیں فرشتے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اس کے پیروں تلے اپنے پر بچھا دیتے ہیں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتی ہے یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں اس کے لیے دعا گو ہوتیں ہیں۔ یقیناً ایک عالم کی فضیلت ایک عابد پر اس طرح ہے جس طرح چودھویں کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہوتی ہے یقیناً علماء ہی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور انبیاء کی وراثت درہم و دینار نہیں ہوا کرتے انبیاء کی وراثت تو علم ہوتا ہے۔ جس نے علم حاصل کیا اس نے ان کی وراثت میں سے وافر حصہ لے لیا

[سنن ابوداود۳٦٤١)(جامع ترمذی۲٦۸۲)(سنن ابن ماجه ۲۲۳)(مسند احمده/۱۹٦)]

④ حافظ ابوعمر ابن الصلاح رحمہ اللہ اپنے ''مقدمہ فی علوم حدیث'' میں فرماتے ہیں کہ: عالی سند کی جستجو کرنا سنت ہے اسی لیے اس کی تلاش میں سفر کرنا پسندیدہ ہے۔ [اتحاف الاکابر للشوکانیؒ:ص:۱۸)]

⑤ امام احمد رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

((طلب الاسناد العالی سنة عمن سلف))

''عالی سندوں کی جستجو کرنا سلف صالحین کی سنت ہے۔''

[الجامع للخطیب:۱/۱۲۳والرحلة فی طلب الحدیث :ص:۸۹،علوم الحدیث للحاکم :ص:۲۳۱)]

⑥ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے ان کی مرگ الموت میں پوچھا گیا کہ آپ کی کیا خواہش ہے؟ تو انھوں نے کہا: ''عالی اسناد اور خالی گھر'' [اتحاف الاکابر للشوکانیؒ:ص:۱۸)]

سپنوں کی دنیا

تحریر: محمد یحییٰ طاہر (مسئول مکتب جامعہ ھذا)

(خواب اور خواب دیکھنے والے کے لیے ضروری ھدایات)

خواب کی اقسام

امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں انسانی خواب تین اقسام پر مشتمل ہیں۔

① حدیثِ نفس (دلی خیالات کا انعکاس)

② تخویف شیطان

③ مبشرات خداوندی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلرُّؤْيَا ثَلَاثٌ حَدِيْثُ النَّفْسِ، وَتَخْوِيْفُ الشَّيْطَانِ وَبُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ))

''خواب تین قسم کا ہوتا ہے، روزمرہ کے خیالات، شیطان کی طرف سے ڈر اور اللہ کی جانب سے مومن کیلئے خوشخبری۔'' [صحیح بخاری (۷۰۱۷)]

سچے خواب مستقبل کی طرف اشارہ ہوتے ہیں۔ اور یہ مومن کے لیے عظیم نعمت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾

''اُن کیلئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔'' [(یونس:٦٤)]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے آیت میں مذکور ''خوشخبری'' کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهٗ))

''یہ وہ نیک خواب ہے جو مسلمان خود دیکھتا ہے یا کوئی دوسرا اس کیلئے دیکھتا ہے۔''

[مستدرك حاكم (٨٢٩٤)]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت کے آثار میں سے اب کچھ باقی نہیں رہا ہے علاوہ مبشرات کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر عرض کیا:

((وَمَا الْمُبَشِّرَات))

''کہ مبشرات سے کیا مراد ہے....؟''

((قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ))

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے خواب'' [بخاری ، التعبیر ،باب المبشرات(٦٩٩٠)]

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب کی تعبیر بتاتے

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب سے رغبت کا یہ عالم تھا کہ آپ ہر صبح نماز کے بعد دریافت کرتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو سنائے ،مستدرک حاکم کے الفاظ ہیں:

''جب آپ نماز صبح کے بعد رخ مبارک نمازیوں کیطرف کرتے تو دریافت فرماتے آج شب تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ نیز فرماتے: آگاہ رہو! میرے بعد نبوت میں سے نیک خواب ہی باقی ہیں۔'' [مستدرك حاكم(١٢٩٥)]

خواب دیکھنے والے کے لیے ضروری ہدایات

① اچھا خواب اور برا خواب دیکھنے والا

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

«اچھا خواب اللہ کی جانب سے ہے اور برا خواب شیطان کی جانب سے جب برا خواب دیکھے تو شیطان سے پناہ مانگے اور اپنے بائیں طرف تین بار تھوک دے تو وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ »[بخاری ،بدء الخلق ،باب صفة ابليس وجنوده(٣٢٩٢)]

② سچے خواب کا متلاشی اکل حلال اور صدق مقال کو اپنائے۔

③ برے خواب دیکھنے والے کو چاہئے کہ اپنی اخلاقی حالت پر غور کرے اور اسے درست کرے۔

④ مکروہ خواب دیکھ کر کروٹ بدل لے۔

⑤ برا خواب کسی کو مت بتائے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا:

«جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جسے پسند کرتا ہے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اس کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اور اس کو بیان بھی کرے اور اگر اسکے علاوہ کوئی ایسی چیز دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے اس کے شر سے پناہ مانگے اور اس کا ذکر کسی سے نہ کرے تو وہ اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔»

[بخاری، التعبیر، باب الرؤیا من اللہ(٦٩٨٥)]

حدیث میں جو کہا گیا کہ برا خواب بیان نہ کیا جائے، اس حکم کو جب دیگر احادیث سے ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے یہ ممانعت قطعی نہیں بلکہ محض ہمدردی وشفقت کی بنا پر حکم دیا گیا ہے۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ایسے خواب صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیان فرمائے ہیں کہ جن کو بشارت یا خوشخبری قرار نہیں دیا جاسکتا۔ صحیح بخاری میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتایا:

''میں نے خواب دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔ اسکی تعبیر اس نقصان کی صورت میں ظاہر ہوئی جو مسلمانوں کو احد کی جنگ میں اٹھانا پڑا'' ''میں نے دوبارہ اس تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ شاندار بن گئی۔ اسکی تعبیر اس طرح سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو (شکست کے بعد) فتح سے نوازا اور تتر بتر مسلمان نئے سرے سے (لڑائی کیلئے) ایک جگہ جمع ہوگئے..... میں نے خواب میں ایک گائے بھی دیکھی (جو ذبح ہورہی تھی)، اللہ کے سارے کاموں میں خیر وبرکت ہوتی ہے۔ گائے سے مراد وہ مسلمان تھے جو احد کی جنگ میں شہید ہوگئے۔''

[بخاری، کتاب المغازی، باب من قتل من المسلمین یوم أحد(٤٠٨١)]

حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مومن کا خواب نبوت کے چالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے اور یہ کسی شخص کے لئے

اس وقت تک پرندے کے مانند ہے جب تک وہ اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرے اگر اس نے بیان کر دیا تو گویا کہ وہ اڑ گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنا خواب کسی عقلمند یا دوست کے سامنے ہی بیان کرو''

[ترمذی، الرؤیا، باب ماجاء فی تعبیر الرؤیا(۲۲۷۸)وابن ماجه(۳۹۱٤)]

⑥ اگر برا خواب دیکھتا ہے تو...!

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں خواب دیکھتا تو بیمار پڑ جاتا، یہاں تک کہ میں نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ

''میں خواب دیکھتا تو بیمار پڑ جاتا، یہاں تک کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے، جب تم میں سے کوئی شخص ایسی بات دیکھے جو اسے محبوب ہو تو ایسے شخص سے جو اس سے محبت کرتا ہے اور جب کوئی ایسی بات دیکھے جو اس کو ناگوار ہو تو اس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے، اور تین بار بائیں جانب تھوک دے اور اس کو بیان نہ کرے تو اس کو نقصان نہ پہنچائے گا۔''

[بخاری، التعبیر، باب اذا رأی مایکره فلا یخبر بها ولا یذکرها(۷۰٤٤)]

نیز خوابِ بد کے سلسلے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی جانب سے ہے، جب تم میں سے کوئی برا اور ناپسندیدہ خواب دیکھے، تو وہ اپنی بائیں طرف تھوکے اور اس خواب سے اللہ کی پناہ مانگے تو یہ خواب اس کیلئے چنداں ضرر رساں ثابت نہیں ہوگا۔''

[بخاری، التعبیر، باب الحلم من شیطان....الخ(۷۰۰۵)]

⑦ خواب ہمیشہ نیک اور بابرکت لوگوں سے بیان کرنی چاہئے۔

خواب صرف انہی لوگوں کو سنایا جائے جو نیک، صالح، ہمدرد، سچے خیر خواہ اور محبت کرنے والے لوگ ہوں۔ خود قرآن مجید کی یہ آیت ﴿لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ﴾ اس پر دلیل ہے، نیز حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

''خواب ایسے ہی واقع ہوگا جیسے اس کی تعبیر کی جائے اور اسکی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص اپنی ٹانگ اٹھائے ہوئے منتظر ہو، سو وہ جب چاہے اسے رکھ لے، چنانچہ تم میں سے جب بھی کوئی خواب دیکھے تو صرف کسی خیر خواہ اور صاحب علم کو ہی سنائے۔''

[مستدرك حاكم(٤/٣٩١)(٨١٧٧)]

نیز ارشاد نبوی ہے:

''نیک خواب اللہ کی جانب سے ہوتا ہے، سو تم میں سے کوئی ایک جب کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو صرف اسے ہی بتائے جو تم سے محبت کرتا ہے یعنی جو تمہارا خیر خواہ ہے۔''

[بخاری(٦٦٣٧)]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

⑧ حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

چار قسم کے لوگوں سے تعبیرِ خواب پوچھنا ناجائز ہے۔

① بے دین لوگوں سے جو شریعت کے پابند نہ ہوں۔

② عورتوں سے۔ ③ جاہلوں سے۔ ④ دشمنوں سے [تعبير الرؤيا(ص/٤٦)]

⑨ خواب جو دیکھی ہے بعینہ بیان کی جائے۔

⑩ معبر کو خواب سناتے وقت خواب دیکھنے والے کو چاہئے کہ وہ راست گو اور دیانت دار ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:

''کہ جس نے جھوٹا خواب بیان کیا تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کو جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگانے کی تکلیف دے گا اور وہ گرہ نہیں لگا سکے گا اور جس نے کسی قوم کی بات کان لگا کر سنی اور وہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں تو قیامت کے دن اسکے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا، اور جس نے کسی چیز کی تصویر بنائی تو اسے عذاب دیا جائے گا اور اسے تکلیف دی جائے گی، کہ اس میں روح پھونکے اور وہ نہیں پھونک سکے گا۔''

[بخاری، التعبير، باب من كذب فى حلمه(٧٠٤٣)]

طلباء بخاري کا مطالعاتي دوره

طلباء بخاری جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) کا شہر لاہور کی اہم شخصیات سے ملاقات اور مختلف لائبریروں کے وزٹ کی روداد

تحریر: محمد عثمان اسماعیل سلفی (مدرس جامعہ ھذا)

بلاشبہ یہ بات مسلم ہے کہ ہر پھول کی خوشبو علیحدہ ہوتی ہے، بعینہ ہر انسان میں خوبیاں بھی ایک جیسی نہیں ہوسکتیں، ہر عالم دین کے پاس اپنا اپنا تجربہ ہوتا ہے اور بہت سی باتیں جو انسان دوران مطالعہ حاصل نہیں کر پاتا یا ان کو پانے کے لیے ایک وقت درکار ہوتا ہے وہ ایک اہل علم کی نشست سے انسان کو مل جاتی ہیں۔

اسی لیے اس سال ہمارے جامعہ کے طلباء بخاری نے بھی کچھ ایسا پروگرام بنایا ایک تفریحی دورہ کیا جائے، لاہور میں اپنے جماعتی و دینی اداروں کو اور کچھ شخصیات سے بھی ملا جائے جب یہ بات طلبہ نے مل کر حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ کی خدمت میں بیان کی تو حافظ صاحب نے نہ صرف مسرت کا اظہار کیا بلکہ اجازت دیتے ہوئے مالی تعاون کی بھی حامی بھری۔

اساتذہ جامعہ میں سے کسی نہ کسی استاذ کا ساتھ ہونا تو لازمی تھا لیکن طلباء نے تمام اساتذہ میں سے مجھے منتخب کیا ہمارے پاس ایک دن تھا اور اگلے دن ہم نے روانہ ہونا تھا اور اسی ایک دن میں ہم نے سارے پروگرام کو ترتیب دینا تھا چنانچہ ایک خاکہ ترتیب دے کر احباب سے رابطے کیے مطلوبہ تمام جگہوں سے خوش آمدید کہا گیا۔

اس طرح جمعرات ۲۸ اپریل ۲۰۱۱ء کو ہم لوگ اپنے جامعہ سے ایک سپیشل گاڑی کے ذریعے چھ بج کر چالیس منٹ پر روانہ ہوئے، ہماری تعداد ۱۳ کے قریب تھی، ایک میں ۱۲ طلباء بخاری جن کے اسماء گرامی یہ ہیں محمد زکریا سہیل، قاری محمد اعظم، حافظ شہزاد، محمد طیب سلفی، عبد الشکور، سلمان حافظ آبادی، محمد شہباز گوندلوی، عبد المنان گوندلوی، اعجاز کیلانی، محمد مکرم، حافظ فیاض، صبغۃ اللہ شاہ...

پروگرام کے مطابق سب سے پہلے جماعت کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ لاہور رحمانیہ کی طرف روانہ ہوئے لاعلمی کی بناء پر کچھ دیر سے لیکن ٹھیک نو بجے ہم جامعہ رحمانیہ پہنچ گئے جامعہ میں داخل ہوئے تو جناب حمزہ مدنی صاحب نے تمام طلباء کو خوش آمدید کہا اور طلباء سے ملاقات کی مسجد کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر ہال میں تمام طلبہ جا کر بیٹھے ،اسی اثناء میں جامعہ کے نائب شیخ الحدیث محمد رمضان سلفی صاحب حفظہ اللہ تشریف لائے اور انتہائی مسرت بھرے لہجے میں تمام طلباء سے معانقہ اور تعارف کیا۔ بعدازاں جامعہ کے استاذ جناب حافظ کامران ایوب صاحب نے ڈاکٹر حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ کو ہمارے آنے کی اطلاع دی، ڈاکٹر صاحب کے آنے تک طلباء کو جامعہ دکھایا گیا اور تمام اساتذہ سے ملاقاتیں بھی ہوئیں جامعہ میں امتحان ہو رہے تھے پھر بھی اساتذہ نے امتحانی مصروفیات چھوڑ کر کچھ وقت دیا۔ جناب انس مدنی صاحب جناب شاکر محمود صاحب جناب اسحاق صاحب جناب قاری ابراہیم ملتانی صاحب سے ملاقات ہوئی ،طلباء کو بتایا گیا کہ سارے جامعہ کو نو جدید کیمروں کے ذریعے سے مانیٹر کیا جاتا ہے اور ایک کنٹرول روم ہے جس میں ہماری ملاقات زاہد جمیل، محمد معین بھائی سے ہوئی جو سارے سسٹم کو کنٹرول کرتے ہیں۔

اس دوران اطلاع ملی کہ جناب حافظ انس مدنی صاحب حفظہ اللہ تشریف لے آئے ہیں ڈاکٹر صاحب نے ایک تفصیلی نشست میں طلباء کو بیرون ملک کی دس عظیم درسگاہوں کا حوالہ دیتے ہوئے ان کا نظام تعلیم بھی سمجھایا، ایک لمبی نشست کے بعد حافظ انس مدنی صاحب نے اپنی گاڑی نکالی اور مجھے ساتھ بٹھا کر طلباء کو بھی پیچھے گاڑی میں آنے کا اشارہ کیا اس طرح ہم ماڈل ٹاؤن میں واقع ماہنامہ محدث کی لائبریری میں پہنچے لائبریری دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی رسالہ جات کی کولیکشن کے لیے ایک باقاعدہ علیحدہ ہال ہے جناب مدنی صاحب کے بقول ماہنامہ نوسو کے قریب رسالہ جات جماعتی وغیر جماعتی آتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ خوشی کی بات کہ موجودہ دور سے لے کر ہر رسالہ اپنے ریکارڈ سمیت وہاں مجلدات میں موجود ہے اگر کوئی رسالہ قیام پاکستان سے قبل کا ہے تو اس کا بھی اول تا آخر ریکارڈ موجود ہے۔

یہاں بھی طلباء کے ساتھ ایک لمبی نشست ہوئی مہمان نوازی بھی کی گئی حافظ صاحب اس دورے سے

انتہائی خوش تھے اور کہنے لگے:

''یہ اچھا طریقہ ہے آخری سال کے طلباء کو علمی وزٹ کروانے کا جسکا آغاز آپ نے کیا ہے اور ہم پیچھے رہ گئے ہیں۔''

اور بعد میں حافظ صاحب نے ایک کاغذ پر طلباء کو نصیحتی کلمات بھی لکھ کر دیئے وہ یہ ہیں۔

''باسمہ تعالیٰ .. پرعزم ہوکر، اور واضح منزل کو سامنے رکھتے ہوئے اس طرح دین کی خدمت میں لگ جائیں کہ اس دور میں دین کی تبلیغ اور اس کے دفاع کے فرض میں ہمارا حصہ بھی شامل ہو جائے، اس مقصد کے لیے منہج سلم اور اللہ تعالیٰ سے استعانت انتہا کی ضرورت ہے، اللہ ہمیں خلوص اور جہد مسلسل کی توفیق مرحمت فرمائے۔''

از ڈاکٹر حافظ حسن مدنی ۔۲۸ اپریل ۲۰۱۱ء

حافظ مدنی صاحب کا اصرار تھا کہ آپ پہلی مرتبہ تشریف لائے ہیں دوپہر کا کھانا ہمارے ہاں کھائیں مگر نہ چاہتے ہوئے بھی ان سے اجازت لینی پڑی کیونکہ ہمارا اگلا ٹائم جناب حافظ عبدالعظیم صاحب حفظہ اللہ کے ساتھ طے تھا جو مکتبہ دارالسلام کے ذمہ دار ہیں۔ٹھیک گیارہ بجے ہم حسن مدنی صاحب حفظہ اللہ سے اجازت لے کر ساڑھے گیارہ بجے سیکرٹریٹ پر واقع دارالسلام کے ہیڈ آفس میں پہنچے ریسیپشن پر پہنچ کر اپنا تعارف کروایا تو حافظ عبدالعظیم صاحب نے تمام ساتھیوں کو رسیو کرنے کے لیے آدمی بھیجا حافظ عبدالعظیم صاحب کے کہنے پر دارالسلام کے شعبہ ریسرچ کے ایک ساتھی جناب محمد ندیم صاحب نے تمام طلباء کو دارالسلام کے تمام شعبہ جات کا وزٹ کروایا بے حد مسرت ہوئی دارالسلام کی لائبریری دیکھ کر اور دارالسلام کے ریسرچ سنٹر کو دیکھ کر کہ جہاں شعبہ حدیث وتفسیر، فقہ وتاریخ اور دیگر موضوعات پر ماہر رجال پر مشتمل ٹیمیں اپنے اپنے کام میں مشغول تھیں۔

جناب محسن فارانی صاحب سے ملاقات کر کے بے حد مسرت ہوئی اور نعمان فاروقی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔شعبہ آرٹ میں جناب زاہد کلیم صاحب نے تمام طلباء کو خوش آمدید کہا، سیٹنگ کے شعبہ میں جناب صفت الٰہی صاحب نے تمام طلباء کو تعارف کروایا۔

بعدازاں تمام طلباء کے لیے ایک پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا دعوت سے فراغت کے بعد جناب حافظ عبدالعظیم صاحب تشریف لائے اور مسرت بھرے لہجے میں کہنے لگے کہ: ''ہماری خوش قسمتی ہے کہ اتنے سارے علماء کا ایک وفد ہمارے ادارے میں آیا ہے''۔

دوران گفتگو حافظ صاحب نے طلباء کو اس بات پر زور دیا کہ: ''آپکے سامنے ایک وسیع میدان ہے اور بہت سے اہداف ہیں کہ جن کو سر کرنے کی ضرورت ہے لہذا اس میدان میں خوب محنت کریں اور ماں باپ کی دعائیں ضرور لیں آج میں جس مقام پر ہوں اپنے والدین کی دعاؤں سے ہوں''۔

گفتگو تو کافی ہوئی لیکن مذکورہ بالا بات تمام گفتگو کا نچوڑ تھی ۔بعدازاں حافظ عبدالعظیم صاحب کی طرف سے تمام طلباء کو بیش قیمت پانچ پانچ کتابوں کا تحفہ بھی دیا گیا حافظ عبدالعظیم صاحب نے کہا کہ ظہر کی نماز ہمارے ساتھ ادا کریں لیکن چونکہ ہم نے جناب مجیب الرحمٰن شامی صاحب کے پاس جانا تھا اس لیے ان سے یہ کہہ کر اجازت طلب کی کہ ہم ظہر وعصر کی نمازیں مرکز القادسیہ میں ادا کرلیں گے۔حافظ عبدالعظیم صاحب نے ایک کاغذ پر طلباء کو کچھ نصیحتی کلمات لکھ کر دیئے جو مندرجہ ذیل ہیں:

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین والہ وصحبہ أجمعین

❁ زندگی وقت کی مخصوص چند گھڑیوں کا نام ہے وقت سب سے قیمتی اثاثہ ہے،اللہ تعالیٰ کی امانت ہے،اسے استعمال کرتے ہوئے امانتداری کے تقاضے ملحوظ رکھیں۔

❁ زندگی ترجیحات کا نام ہے۔ان کا تعین زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنا دیتا ہے۔

❁ تعلیم ایک خوبصورت ذریعہ ہے جس کا مقصد تربیت،فردسازی اور انسان مطلوب کی تیاری ہے۔

❁ علم کی روشنی میں عمل ،دیے میں تیل کی مانند ہے جو چراغ کو بجھنے نہیں دیتا،اپنے علم کی عمل سے حفاظت کیجئے۔اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان باتوں پر عمل کی توفیق دے۔

محتاج دعا:عبدالعظیم ڈائریکٹر دارالسلام

بارہ بج کر تیس منٹ پر ہم حافظ عبدالعظیم صاحب سے اجازت لے کر سیدھا جیل روڈ پر واقع روزنامہ پاکستان کے ہیڈ آفس پر جناب مجیب الرحمٰن شامی صاحب کے ساتھ ملاقات کے لیے روانہ ہوئے ۔لیکن راستے کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ہم کو کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑا ایک بج کر پینتالیس منٹ

پر ہم جناب شامی صاحب کے سامنے کھڑے تھے۔شامی صاحب ظہر کی نماز ادا کر کے مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے ہمارا ٹائم شامی صاحب کے ساتھ بارہ سے لے کر ایک بجے تک کا طے تھا شامی صاحب سے معذرت کی ہم کو راستوں کی لاعلمی کی وجہ سے ہر جگہ تاخیر کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے،شامی صاحب ہنس کر کہنے لگے کہ آپ غیر مقلد لوگ ہیں اسی لیے آپ نے کسی سے میرا ایڈریس نہیں پوچھا ہوگا شامی صاحب جو صحافی ہونے کی وجہ سے تاریخ کا ایک باب بھی ہیں مختلف حکومتوں اور جماعتوں کے اتار چڑھاؤ کی داستانیں ان کے ذہن میں ہیں،انہوں نے طلباء کو کافی نصیحتیں فرمائیں اپنے حالیہ دورہ ترکی سے بھی طلباء کو آگاہ کیا ایک سوال کے جواب میں کہنے لگے کہ: اپنی قومی زبان سے زیادہ انگریزی کلچر کو فروغ دینا یہ لاوارث قوموں کی نشانی ہے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میری آپ سب سے گزارش ہے کہ دین کو ترجیح دینا نہ کہ اپنے مفادات کو، کیونکہ جب انسان دین کو اپنے ذاتی مفادات کے لیے استعمال کرتا ہے تو شاید اس سے اپنا تو کچھ بن جائے لیکن دین کی اصل روح اس میں سے ختم ہو جاتی ہے۔شامی صاحب نے تمام طلباء کی مہمان نوازی کی بلکہ طلباء کے ساتھ یادگیری کے طور پر گروپ فوٹو بھی اور فرداً فرداً بھی تصویر بنوائیں۔جماعت اہلحدیث کے موجودہ قائدین اور جماعت کے کاموں کی تعریف بھی کی بعد میں کہنے لگے کہ اگر مجھے ایک میٹنگ میں نہ جانا ہوتا تو میں آپ کو مہمان نوازی سے ہٹ کر پر تکلف کھانا بھی کھلاتا کیونکہ ہمارے ادارے کا کسی دینی مدرسے کے طلباء کا یہ پہلا دورہ تھا۔

بعد ازاں شامی صاحب نے طلباء کو آٹو گراف کے ساتھ ایک شعر بھی لکھ کر دیا جو مندرجہ ذیل ہے:

بعد میں ہم نے مرکز القادسیہ کا رخ کیا کیونکہ ہمارا دوپہر کا کھانا وہاں طے تھا ہمارا اصرار تھا کہ جناب حافظ محمد سعید حفظہ اللہ سے ہماری ملاقات کروائی جائے لیکن معلوم ہوا کہ حافظ صاحب دس دن کے لیے

دورہ سندھ پر گئے ہیں۔ بعد میں حافظ عبدالرحمان مکی صاحب سے ملاقات کی خواہش کی تو آگے سے جواب ملا کہ آپ لاہور آئیں ہم مکی صاحب سے آپ کی ملاقات کروانے کی کوشش کریں گے کیونکہ مکی صاحب لاہور کی بجائے اسلام آباد ہیں لیکن خوشی ہوئی وہاں پہنچ کر کہ مکی صاحب تشریف لائے ہوئے تھے جناب حافظ عبدالرحمٰن مکی صاحب کو ہماری آمد کی اطلاع ہوئی تو حافظ صاحب نے اپنے کمرے میں کھڑے ہوکر تمام طلباء کو خوش آمدید کہا بلکہ ہم سے پہلے وکلاء سے محوگفتگو تھے جب ہم پہنچے تو کہنے لگے کہ بھائی ہمارے ایک بہت پیارے جامعہ کے بہت پیارے علماء کرام آچکے ہیں اس لیے آپ سے پھر گفتگو ہوگی۔ حافظ عبدالرحمٰن مکی صاحب نے طلباء کے ساتھ کافی لمبی نشست کی۔ آغاز گفتگو سے قبل میں نے مکی صاحب سے ایک سوال کیا کہ جناب شیخ آپ کے ذہن میں ایک طویل سفر اور جدوجہد کی یادیں ہیں جو آپ نے جماعت کی صورت میں کیا آپ طالب علمی کے دور سے بھی گزرے مکہ میں بھی تعلیم حاصل کرنے گئے تو موجودہ حالات میں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ طلباء کرام پر کیا ذمہ داریاں ہیں؟

مکی صاحب فرمانے لگے کہ میں نے طلباء کے ساتھ ''کرام'' کا لفظ پہلی مرتبہ سنا لیکن اچھا لگا ہے کہ واقعتاً یہ لوگ کرام الناس ہیں اگر ان کو معلوم ہوجائے اور کہنے لگے کہ مجھے خطیب بغدادی کی ایک کتاب ''الرحلۃ فی طلب الحدیث'' کا ایک واقعہ بھی یاد آگیا ہے کہ ایک طالب علم آہستہ آہستہ چل رہا تھا اپنے استاذ سے پڑھنے کے لیے جارہا تھا کہ کسی اوباش نے طالب علم کو مذاق کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو کہ ان کے پاؤں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں جلدی جلدی چلو اے بھائی! فرشتوں کے پر ٹوٹ رہے ہیں خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ اللہ نے اسے فوراً دونوں پاؤں سے معذور کردیا۔

بعد میں مکی صاحب نے اپنا واقعہ سنایا کہ طلباء صرف نصابی کتب کے پڑھنے پر اکتفاء کرنے لگ گئے ہیں اور ان کا بھی استحضار کسی کو نہیں میں جب مکہ ام القریٰ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا تو ایک استاذ تھے جو ثقیف پہاڑی پر رہتے تھے چیچک کے مرض کی وجہ سے ان کی آنکھیں ختم ہوچکی تھیں میں نے ان سے یونیورسٹی ٹائم سے ہٹ کر اضافی ٹائم کا مطالبہ کیا تو انہوں نے عشاء کے بعد گھر آنے کا کہہ دیا میں جب ان سے پڑھ کر فارغ ہوتا تو مجھے کہتے کہ عبدالرحمٰن جانے سے پہلے وہاں سے فلاں بیگ میں شرح ابن

عقیل کی آڈیو کیسٹ لگا جاؤ کبھی کہنا کہ فلاں کیسٹ لگا جاؤ کیونکہ میں اپنے علم کو تازہ رکھنا چاہتا ہوں۔ واقعہ بیان کرنے کے بعد مکی صاحب فرمانے لگے کہ ہم آنکھوں والے علم کو اتنا نہیں دہراتے جتنے وہ نابینا استاذ علم کو دہراتے تھے اس کے بعد مکی صاحب نے علم مصطلح الحدیث کے حوالے سے طلباء کو کہا کہ اس میں مہارت حاصل کرو۔ آج بریلوی علماء کی طرح ہم کو بھی اسٹیج پر پتہ نہیں ہوتا اور ضعیف احادیث بیان کر دیتے ہیں۔ امام حاکم رحمہ اللہ جرح وتعدیل کے اعتبار سے، نسائی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کا مطالعہ کریں ''وفیات الاعیان'' کو حفظ کرو۔ مکی صاحب سے ملاقات کے بعد جامع قادسیہ کی طرف سے طلباء کو کھانا کھلایا گیا ساری مسجد کا وزٹ کیا قادسیہ کی لائبریری بھی دیکھی بعد میں نمازیں ادا کیں اور اس کے بعد جناب امیر حمزہ حفظہ اللہ سے طلباء کی نشست ہوئی انہوں نے بھی طلباء کو عملی میدان میں محنت کی ترغیب دی۔

پانچ بج کر بیس منٹ پر جامع قادسیہ سے اجازت لے کر ہم منصورہ کے قریب پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ کی لائبریری ''بیت الحکمت'' کی طرف چل پڑے شاکر صاحب کے صاحبزادے جناب جلال الدین، رفیع الدین اور کبیر الدین بھائی کے شکر گزار ہیں کہ جنہوں نے انتہائی چاہت سے ہمیں لائبریری دکھائی خوشی ہوئی وہ لائبریری کہ جس میں ساڑھے پانچ ہزار قلمی مخطوطے دیکھنے کو ملے گیارہ سو قرآن کے قلمی نسخے دنیا کی اٹھہتر زبانوں میں قرآن کے تراجم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر پانچ ہزار کے قریب کتب، اقبالیات کے متعلقہ ساڑھے تین ہزار کتب اور دنیا کی تمام لائبریریوں میں پائے جانے والے مخطوطوں کی فہارس کہ کس لائبریری میں کون کون سے مخطوطے ہیں نیز مصحف عثمانی کی نقل جس کو پڑھتے ہوئے عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اس کے علاوہ دنیا میں سونے کے اوپر لکھا جانے والا قرآن جس کو ایران میں نوبل انعام ملا انہیں ''الفی قرآن'' کہ جس کے ہر صفحے کا پہلا لفظ ''الف'' سے شروع ہوتا ہے۔ نیلم پتھر کو پیس کر اس کی روشنائی بنا کر ہاتھ سے لکھا جانے والا قرآن بھی وہاں دیکھا۔ غرضیکہ یہ کئی منزلہ لائبریری اہل علم کے لیے ایک بیش قیمت خزانہ ہے۔

نیچے ہال میں کافی تعداد میں کرسیاں لگی ہوئی تھیں جن کے بارے ہمیں کبیر الدین بھائی نے بتایا کہ

یہاں ہر اتوار دور دور سے پی ایچ ڈی اور ایم فل کرنے والے حضرات تشریف لاتے اور والد گرامی ان کو لیکچر دیا کرتے تھے ۔اللھم اغفرله وارحمه

مزید اس سفر میں امیر مرکز یہ جناب پروفیسر ساجد میر حفظہ اللہ سے بھی ملاقات کی خواہش تھی لیکن جب پروفیسر صاحب سے بات ہوئی تو فرمانے لگے کہ میری بحرین کے ملک کے سفیر کے ساتھ اسلام آباد میں ملاقات طے ہے اس لیے میں معذرت چاہتا ہوں ۔حافظ ابتسام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ سے بھی ملاقات کرنا تھی لیکن وہ ان دنوں انگلینڈ تھے حافظ ہشام الٰہی حفظہ اللہ سے ملاقات طے ہونے کے باوجود نہ جا سکے یہ تھی مختصر سی روداد ہمارے سفر کی جو ہم نے بخاری کلاس کے امسال فارغ ہونے والے طلباء کے ساتھ کیا۔

جنت میں روزہ کھولنے والے صحابی

حافظ فهد اقبال (درجه رابعه)

حضرت عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے کہ:

اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میرے جسم کا ایک ایک بند تیری راہ میں زخموں سے چور نہ ہو جائے ۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلیمہ کذاب کے خلاف یمامہ میں سخت معرکہ ہوا۔حضرت عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں شریک تھے ۔آپ اتنی بہادری سے لڑے کہ شجاعت بھی آفرین پکار اٹھی ۔سارا دن لڑتے لڑتے جسم زخموں سے چور ہو گیا۔شام کے سائے گہرے ہوئے تو لاشوں کو جمع کیا جانے لگا۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرا گزر حضرت عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا۔آپ خون میں لت پت پڑے تھے ۔جسم پر کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں زخم نہ آیا ہو۔میں آپ کے قریب ہوا تو پوچھنے لگے روزہ داروں نے روزہ افطار کر لیا ہے ۔میں نے کہا: ہاں! فرمانے لگے میرے منہ میں بھی پانی ڈالو۔میں یہ سن کر حیران رہ گیا کہ اس بندہ خدا نے روزہ بھی رکھا ہوا ہے ۔میں حوض سے دوڑ کر پانی لایا۔دیکھا تو وہ اپنے سانس پورے کر چکے تھے ۔(اور جنتی مشروب سے روزہ کھولنے کے لیے جنت پہنچ گئے)

ابن ابی شیبة (٣١٦/٥)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مٹ جائیں گے قرآن مٹانے والے

فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جس کی حفاظت خدا کرے

تحریر: محمد عظیم حاصلپوری (مدرس جامعہ ھذا)

آج سے تقریبا سات سال پہلے گوانتاناموبے کی جیل میں امریکی فوج کی میجر جنرل رینک کی بیوی نے قیدیوں کے سامنے قرآن کی بے حرمتی اور توہین کرتے ہوئے اسے فلش میں بہایا، اسے پاؤں سے کچلا، ہاتھوں سے پھاڑا..اب پھر چند ماہ قبل توہین قرآن کے سلسلہ میں امریکی ریاست فلوریڈا کے ایک پادری مسٹر ٹیری جونز اور چرچ میں موجود اپنے ہمنواؤں کے ساتھ قرآن کو دہشت گرد اور کئی ایک الزامات دے کر اسے پہلے مٹی کے تیل میں بھگویا، پھر اسے آگ لگا دی کہ وہ قرآن کو جلا کر اسے سزا دے رہے ہیں حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ قرآن کو جلانے سے یہ ختم نہیں ہوسکتا، اسکی تعلیمات مسخ نہیں ہوسکتیں.....ایں خیال است ومحال است وجنون... کیونکہ اسکی حفاظت کی ذمہ داری خود رب رحمان نے لے رکھی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ [الحجر :۹]

''اس قرآن کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور اس کے محافظ بھی ہم خود ہیں''

ایک حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

((اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِاَبْتَلِيَكَ وَأَبْتَلِيَ بِكَ، وَأَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ ،تَقْرَؤُهُ نَائِمًا وَيَقْظَانَ))

''بے شک میں نے تجھے اس لیے مبعوث کیا ہے تا کہ تجھے اور تیرے ذریعے سیلوگوں کو آزماؤں، تجھ پر میں نے ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو نہیں سکتا اور آپ اسے سوتے

اور جاگتے ہوئے پڑھیں گے‘‘

[صحیح مسلم، الجنة ونعیمها، باب الصفات....(۲۸٦۵)]

اے ملعون ٹیری جونز اور وین سیپ کے ساتھیو..!

اگر تم نے قرآن مجید کا تھوڑا سا مطالعہ کیا ہوتا تو تم اسے دہشت گرد اور فتنے وفساد کا منبع نہ کہتے...اسے جلانے کی مذموم حرکت نہ کرتے...ذرا غور کرو یہ قرآن تمہارے نبی...تمہاری کتاب...اور تمہارے مذہب کے لوگوں کی کس قدر تعریف وتوصیف کرتا ہے...لیکن تمہیں پھر بھی خیال نہ رہا...دیکھو..قرآن مجید میں صاحب کتاب جناب ’’محمد‘‘ کا نام چار مرتبہ اور ’’احمد‘‘ ایک مرتبہ آیا ہے جبکہ اسی قرآن میں مسیح کا لفظ ۱۱ مرتبہ آیا....عیسیٰ کا نام ۲۵ مرتبہ اور ان کی والدہ محترمہ کا نام مریم ۳۴ مرتبہ آیا ہے۔اور قرآن نے مزید محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی ۹۸ آیات پر مشتمل سورت کا نام ہی ’’سورہ مریم‘‘ رکھ دیا..اور میرے نبی کی زبان سے یہ الفاظ بھی رب رحمٰن نے جاری کروادیئے۔

((كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ،وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ،وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَاِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ))البداية والنهاية(۱۲۹/۳)مسند احمد]

’’مردوں میں بہت سے (عقل ودانست میں) کامل ہوئے لیکن عورتوں میں صرف فرعون کی بیوی آسیہ،عمران کی بیٹی مریم ہیں،خدیجہ بنت خویلد کامل ہوئیں اور بلاشبہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دیگر عورتوں پر فضیلت ایسے ہی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہوتی ہے۔‘‘

’’عورتوں میں سے بہترین عورت مریم ہیں اور بہترین عورت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔‘‘

[بخاری، مناقب الانصار،باب تزویج النبی ﷺ خدیجة وفضلها(۳۸۱۵)]

لیکن افسوس کہ تو نے اسی قرآن اور صاحب قرآن کے ساتھ غداری شروع کردی۔

اے پوپ اور پادریو..!

ذرا اپنے اوپر قرآن کی مہربانیاں تو دیکھو..عیسیٰ علیہ السلام نے تمہارے لیے دعا کی..

﴿ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ ﴾[المائدۃ:۱۱۴]

''اے اللہ ہم پر آسمان سے دسترخوان (پکا پکایا کھانا) نازل فرما''

قرآن نے اسی یاد میں اس سورت کا نام ہی المائدۃ رکھ لیا.....اور قرآن تمہاری تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے۔

﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ﴾[المائدۃ:۸۲]

''(اے پیغمبر!) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں کے قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم ''نصاریٰ'' ہیں یہ اس لئے کہ عیسائیوں میں عبادت گزار علماء بھی ہیں اور زاہد لوگ بھی اور یہ بات بھی کہ وہ تکبر نہیں کرتے''

اے دنیا کے عیسائیوں سنو اپنے بڑوں کی باتیں...!

نبی کریم ﷺ نے عمر بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو ایک خط دے کر عیسائی بادشاہ حبشہ نجاشی کے پاس بھیجا اور نجاشی نے خط پڑھ کر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ موجود دیگر مہاجر مسلمانوں کو بلا بھیجا اور اپنے علماء اور زاہدوں کو بلا لیا۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کی تلاوت کی تو نجاشی اور اس کے تمام ساتھی قرآن پر ایمان لے آئے۔ اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے انہی لوگوں کی حالت اور ایمانی کیفیت بیان کرنے کیلئے آپ کی مدنی زندگی میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ○وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَن يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ﴾

''اور جب وہ لوگ رسول اللہ (ﷺ) پر نازل شدہ قرآن سنتے ہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ حق

کے عرفان کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی اور وہ (اللہ کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے رب! ہم ایمان لے آئے تو ہمیں ماننے والوں میں لکھ لے، اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ اللہ پر اور حق بات پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان نہ لائیں اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ اللہ ہمیں نیک بندوں کیساتھ (جنت میں) داخل کرے گا'' [سورة المائدة:٨٣]

کاش تو بوڑھے پادری کی تمنا سمجھ پاتا

اے پادریوں..! ذرا غور کرو، تمہارے بڑے کیسی کیسی تمنا لیئے دنیا سے چلے گئے لیکن افسوس کہ تم اسی پیغمبر کے توہین آمیز خاکے بناتے ہو اور اسی پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کی بے حرمتی کر کے فخر محسوس کرتے ہو...۔سنو اپنے بڑوں کی باتیں..۔

جب پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمراہ لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس گئیں ورقہ وہ شخص تھے جنھوں نے جاہلیت کے دور میں عیسائیت کو اختیار کر لیا تھا۔ وہ عبرانی زبان کے کاتب تھے چنانچہ بتوفیق الٰہی انجیل کو بھی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے اب بوڑھے اور نابینے ہو چکے تھے حضرت خدیجہ نے ان سے کہا:

''اے چچا کے بیٹے! ذرا بھتیجے کی بات سنو''۔

ورقہ نے اللہ کے رسول سے کہا:

''اے میرے بھائی کے بیٹے آپ نے جو دیکھا ہے وہ بتلایئے، اللہ کے رسول نے جو دیکھا تھا وہ سارا بتلا دیا، اب ورقہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

''یہ تو وہی ناموس ہے جو اللہ نے وحی دے کر موسیٰ علیہ السلام پر بھیجا تھا''

کاش! میں اس وقت جوان ہوتا، اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو:

فَسَأُعَزِّزُهُ.....میں ان کو مضبوط کروں گا وَأَنْصُرُهُ.....اور ان کی مدد کروں گا

وَأُؤْمِنُ بِهِ.....اور ان پر ایمان لاؤں گا

اس وقت کہ جب آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔

آپ نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا: کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے ،حالانکہ میں تو ان میں معزز، سچا اور امانت دار معروف ہوں''

ورقہ نے کہا: ہاں! ایسا ہی ہوگا کیونکہ جو شخص بھی آپ کی طرح حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہو گئے اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ دور مل گیا تو میں ہر طرح سے آپ کی مدد کروں گا''۔

[بخاری، بدء الوحی، باب کیف کان بدء. (۳۳۹۲)ومسند أحمد (۲۸۵٤)حسن]

براؤن سائنسدان قرآن سمجھ گیا

سائنسدان براؤن نے قرآن مجید کا مطالعہ شروع کیا حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک پہنچ گیا:

﴿أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُوراً فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ﴾[النور: ٤٠]

''یا (ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے) جیسے گہرے سمندر میں اندھیرے، جس پر لہر چلی آتی ہو اور اس کے اوپر اور لہر (آ رہی ہو) اور اس کے اوپر بادل ہو غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں ایک پر ایک (چھایا ہوا) جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھ سکے اور جس کو اللہ روشنی نہ دی اُس کو (کہیں بھی) روشنی نہیں (مل سکتی)''

(اس آیت کریمہ میں گہرے سمندر کی طرف اشارہ ہے جسے حال ہی میں سمندری ماہرین نے اس وقت دریافت کیا جب وہ سمندر کی ان نہایت عمیق گہرائیوں تک غوطہ زن ہونے کے قابل ہو گئے جہاں سمندری اندھیرے درجہ کمال کو پہنچتے ہیں اور جہاں اوپر تلے اندھیرے ہی اندھیرے اور زبردست ٹھنڈک ہے۔)

اس آیت پر پہنچ کر براؤن نے ایک ہندوستانی مسلمان عالم سے پوچھا: ''کیا تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ نے کبھی سمندر کا سفر کیا تھا..؟ اس عالم نے جواب دیا: ''نہیں!'' براؤن نے دوبارہ پوچھا: ''تو

پھر انھیں سمندری علوم کس نے سکھائے..؟'' اس مسلمان عالم نے جواب میں اس سے پوچھا: ''آپ کو اس سوال کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی، آپ کا اصل مقصد کیا ہے..؟''

براؤن نے کہا:

''میں نے اسلام کی کتاب (قرآن) کی ایک آیت پڑھی ہے۔ سمندر کی گہرائی کے متعلق اس میں جو کچھ بیان کیا گیا اسے صرف وہی شخص جان سکتا ہے جسے سمندر کا وسیع علم دیا گیا ہو، پھر براؤن نے اس عالم کو یہ آیت پڑھ کر سنائی اور کہا: جب محمد ﷺ نے کبھی سمندر کا سفر کیا نہ سمندری علوم کے ماہرین اور اساتذہ سے کوئی معلومات حاصل کیں اور نہ انھوں نے کسی یونیورسٹی یا تحقیقی ادارے میں کوئی تحقیق کی بلکہ وہ خود ناخواندہ تھے تو پھر انھیں یہ نفع بخش علم کس نے سکھایا..؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ یہ خالق کائنات کی طرف سے بالکل سچی وحی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں: ((أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ))

[بالاسلام أسلم هؤلاء (١٣٠) تفسير الجواهر، طنطاوی جوهری (٢٤/٣٠٩)]

اے دشمنان قرآن یاد رکھو..!

تم اس قرآن کی بے حرمتی کر کے اپنے خبث کا اظہار کر رہے ہو کہ یہ محفوظ کیوں ہے.....اس کے چاہنے والے اتنے کیوں ہیں.....ہماری مذہبی کتابیں کیوں کرنا قابل عمل ہو چکی ہیں، حقیقت میں تم اپنے حقیقی مالک اللہ سے دشمنی کر رہے ہو اور رہی تمہاری کتابوں کی بات تو تم نے انہیں اپنے ہی ہاتھوں سے بدل ڈالا، ان کے حروف ومعانی میں تحریف کر دی۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے مذکورہ آیت کے تحت سند متصل کے ساتھ ایک واقعہ امیر المومنین مامون کے دربار کا نقل کیا ہے کہ مامون کی عادت تھی کہ کبھی کبھی اس کے دربار میں علمی مسائل پر بحث ومباحثے اور مذاکرے ہوا کرتے تھے، جس میں ہر اہل علم کو آنے کی اجازت تھی، ایسے ہی ایک مذاکرہ میں ایک یہودی بھی آ گیا، جو صورت، شکل اور لباس وغیرہ کے اعتبار سے بھی ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتا تھا پھر گفتگو کی تو بھی فصیح وبلیغ اور عاقلانہ گفتگو تھی، جب مجلس ختم ہو گئی تو مامون نے اس کو بلا کر پوچھا کہ تم

اسرائیلی ہو، اس نے اقرار کیا۔ مامون نے (امتحان لینے کے لیے) کہا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے۔

اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو نہیں چھوڑتا۔ بات ختم ہو گئی یہ شخص چلا گیا پھر ایک سال کے بعد یہی شخص مسلمان ہو کر آیا، اور مجلس مذاکرہ میں فقہ اسلامی کے موضوع پر بہترین تقریر اور عمدہ تحقیقات پیش کیں، مجلس ختم ہونے کے بعد مامون نے اس کو بلا کر کہا کہ تم وہی شخص ہو جو سال گزشتہ آئے تھے؟ جواب دیا: ہاں وہی ہوں۔ مامون نے پوچھا کہ اس وقت تو تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر اب مسلمان ہونے کا سبب کیا ہوا..؟ اس نے کہا میں سے یہاں سے لوٹا تو میں نے موجودہ مذاہب کی تحقیق کرنے کا ارادہ کیا، میں ایک خطاط اور خوشنویس آدمی ہوں، کتابیں لکھ کر فروخت کرتا ہوں تو اچھی قیمت سے فروخت ہو جاتی ہیں میں نے امتحان کرنے کے لیے تورات کے تین نسخے کتابت کیے، جن میں بہت جگہ اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی اور یہ نسخے لے کر میں کنیسہ میں پہنچا، یہودیوں نے بڑی رغبت سے ان کو خرید لیا، پھر اسی طرح انجیل کے تین نسخے کمی بیشی کے ساتھ کتابت کر کے نصاریٰ کے عبادت خانہ میں لے گیا وہاں بھی عیسائیوں نے بڑی قدر و منزلت کے ساتھ انہیں خرید لیا پھر میں قرآن کے تین نسخے کچھ ردوبدل کے ساتھ تحریر کیے، جب میں انہیں لے کر بازار گیا تو جسے دیتا وہ اسے کا سرسری نظر مطالعہ کرتا اور واپس کر دیتا...

الغرض اس واقعہ سے میں نے یہ سبق لیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی حفاظت کی ہوئی ہے اس لیے میں مسلمان ہو گیا، قاضی یحییٰ بن اکثم اس واقعہ کے راوی کہتے ہیں کہ اتفاقاً اسی سال مجھے حج کی توفیق ہوئی، وہاں سفیان بن عینیہ سے ملاقات ہوئی۔ تو میں نے یہ قصہ ان کو سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک ایسا ہی ہونا چاہیے کیوں کہ اس کی تصدیق قرآن میں موجود ہے۔

یحییٰ بن اکثم نے پوچھا: قرآن کی کون سی آیت میں...؟ تو فرمایا کہ: قرآن عظیم نے جہاں تورات و انجیل کا ذکر کیا ہے۔ اس میں تو فرمایا ﴿بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ یعنی یہود و نصاریٰ کو کتاب اللہ تورات و انجیل کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، یہی وجہ ہوئی کہ جبیہود و نصاریٰ نے فریضۂ حفاظت ادا نہ کیا تو یہ کتابیں مسخ و محرف ہو کر ضائع ہو گئیں، بخلاف قرآن کریم کے اس کے متعلق حق

تعالیٰ نے فرمایا:انا له لحفظون یعنی ہم اس کے محافظ ہیں۔

[معارف القرآن پارہ ۱۴/ تحت الآیة.....انا له لحفظون]

اے یہود ونصاریٰ اب بھی وقت ہے..!

تمام کتب سماوی کے نگران ہر عہد کے نبی تھے وہ گئے تو حفاظت نہ رہی تو قرآن کا محافظ خود اللہ تبارک وتعالیٰ ہے حق تو یہ ہے سابقہ تمام کتب جو تحریف وتغیر کا نشانہ اور کفر وتباہی کا ہدف بن چکی ہیں انہیں چھوڑ کر ایسے قانون ودستور والی کتاب قرآن کی عظمت کا اعتراف کر کے اسے اپنا دستور حیات بنایا جائے۔

اے نوجوان مسلم تو بھی غور کر....!

اگر غیر مسلم قرآن جلا کر، گولیوں سے چھلنی کر کے، ٹیلیٹ میں بہا کر بے حرمتی کرتا ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تو اس کی تلاوت اور اسکے احکامات سے روگردانی کر کے اسکی بے حرمتی کا ارتکاب کر بیٹھے ...ذرا سوچ اور اس پر عمل کر کے اسکی عظمت کا اعتراف کر۔ ورنہ اللہ کا فیصلہ تو اٹل ہے

قرآن کی تعلیم پر نہ چلنے والے

جو انسان اپنی زندگی میں روزمرہ پیش آنے والے مسائل کے فیصلے اس کے مطابق نہیں کرتا۔ بس وہ ظالم، فاسق اور کافر ہے۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾

''جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی (قرآن) کے ساتھ فیصلہ نہ کریں وہ (پورے اور پختہ) کافر ہیں'' [المآئدہ ۵/ ٤٤]

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے (قرآن) کے مطابق حکم نہ کریں، وہ لوگ ظالم ہیں'' [المآئدہ ۵/ ٤٥]

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

''جولوگ اللہ کی اتاری ہوئی (کتاب قرآن) کے ساتھ فیصلہ نہ کریں وہ (بدکار) فاسق ہیں'' [المآئدہ ٥/٤٧]

قرآن کو پس پشت ڈالنے والے کا انجام

ایسے انسان کی دنیوی زندگی اور معیشت تنگ کردی جاتی ہے اور آخرت میں یہ اندھا کر کے اٹھایا جائے گا پھر چیخے چلّائے گا۔

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمٰى،قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا،قَالَ كَذٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾ [طه ٢٠/ ١٢٤.١٢٦]

''اور (ہاں) جو میرے ذکر (قرآن) سے روگردانی کرے گا اسکی زندگی تنگی میں رہے گی۔ اور ہم اسے روز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے، وہ کہے گا کہ الٰہی! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو (دنیا) میں دیکھتا تھا (جواب ملے گا کہ) اسی طرح ہونا چاہیے تھا تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا تو آج تو بھی بھلا دیا جاتا ہے''

کائنات کا بہترین انسان

اگر آپ کائنات کے بہترین انسان بننا چاہتے ہیں تو آیئے ...اس قرآن کو پڑھیے...سمجھئے....عمل کیجئے...اپنی کا دستور اور اسوہ حسنہ بنا لیجئے...یہی قرآن آپ کو ذلت وادبار سے نکال کر ترقی وارتقاء کی منازل طے کروائے گا اور روز قیامت تمہارا ساتھی اور سفارشی بن کر آپ کو جنت میں لے جانے کا سبب بن جائے گا۔

شعلۂ شمع خدائی بھی کہیں بجھتا ہے
رہ گئے اپنا سا منہ لے کے بجھانے والے
نقش اسلام نہ اعداء کے مٹانے سے مٹا
مٹ گئے آپ ہی جتنے تھے مٹانے والے

اعجاز القرآن

(توحیدہ اقبال، ثمرہ یاسین)

متعلمہ جامعہ تعلیم القرآن والحدیث للبنات گوجرانوالہ

سابقہ شمارہ المکرّم میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ طلباء وطالبات اعجاز قرآن، حفاظت قرآن اور عظمت قرآن میں سے کسی ایک موضوع پر کم ازکم پانچ صفحات پر مقالہ پیش کریں اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے خوش نصیبوں کو انعامات دیئے جائیں گے، اول آنے والے کو 500 روپے کی کتب، دوم کو 300 روپے کی کتب اور سوم آنے والے کو 200 کی کتب ارسال کی جائیں گی۔ الحمدللہ ملک بھر سے طلبہ وطالبات کے مضامین وصول ہوئے جن میں اول پوزیشن توحیدہ اقبال، ثمرہ یاسین (متعلمہ جامعہ تعلیم القرآن والحدیث للبنات گوجرانوالہ) دوم پوزیشن محمد ثناء اللہ زاہد (متعلم جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ) اور سوم پوزیشن حفصہ عبدالحکیم (متعلمہ مدرسہ منور سلطانہ تاڑا گڑھ قصور) نے حاصل کی۔ ان تمام کے انعامات انہیں ارسال کردیئے گے ہیں، نیز اول انعام یافتہ مضمون کو شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

اعجاز کے معنی عاجز کردینے کے ہیں۔ چنانچہ اعجاز القرآن سے مراد ایسی (کتاب) معجزانہ کتاب ہے۔ جس کو لکھنے سے نبی نوع انسان عاجز ہوں۔ قرآن مجید کے پائے مرتبہ اور شان کی کتاب لانا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ کفار ومشرکین اور مخالف ومنکرین قرآن کا یہ اعتراض تھا کہ جس طرح ایک شاعر کہتا ہے یا خطیب خطبہ دیتا ہے اسی طرح نعوذ باللہ محمد ﷺ بھی خود قرآن مجید گھڑتے رہتے ہیں اور اس میں دوسرے لوگ بھی انکی مدد کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے مخالفین ومعاندین اسلام یعنی مشرکین مکہ یہود ونصاریٰ ودیگر لوگوں کے اعتراض کے جواب میں خاموشی اختیار نہیں کی بلکہ اس حقیقت کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کردہ آسمانی والہامی کتاب ہے۔ انسان کی تصنیف کردہ نہیں۔ قرآن مجید کلام اور الفاظ کے لحاظ سے بھرپور معجزہ ہے اور معانی ومطالب کے لحاظ سے بھی وہ فصاحت وبلاغت کا بے نظیر نمونہ ہے۔

اہل عرب کو اپنی زبان پر ناز تھا۔ اپنی زبان کی فصاحت وبلاغت کی وجہ سے غیر عربی کو عجمی یعنی گونگا

کہتے تھے۔قرآن مجید زبان وبیان کے اعتبار سے معجزہ ہے۔کسی انسان کے بس میں نہیں کہ اس جیسا کلام پیش کر سکے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ آیت نمبر۲۴ میں چیلنج کیا ہے، کہ قرآن مجید انسانی کلام ہے تو تم بھی اس جیسا کلام پیش کرو۔

پہلا چیلنج

ارشاد ربانی ہے:

﴿قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَن يَأْتُواْ بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لاَ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيراً﴾ [نبی اسرائیل:۸۸]

''اے رسول ﷺ کہہ دیجئے اگر جن وانس اکٹھے ہوکر قرآن مجید کی مثال پیدا کرنے پر کمر بستہ ہوجائیں تو اسکی مثال نہیں لاسکیں گئے چاہے ایک دوسرے کی خوب مدد کریں۔''

چودہ صدیاں بیت گئیں یہ چیلنج بدستور فضاؤں میں گونج رہا ہے۔کسی دشمن اسلام کو جسارت نہیں ہوئی کہ اسے قبول کرے۔تاریخ بتلاتی ہے کہ عرب کے بڑے بڑے اوباء وشعراء نے قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت کے سامنے منہ کی کھائی اور قرآن کا مثل نہ بنا سکے۔قرآن جیسا قرآن مجید بنا کر لانا تو امر محال تھا،اسلئے قرآن نے اپنے مطالبے میں کمی کردی۔اگر پورا قرآن نہیں بنا سکتے تو اس جیسی دس سورتیں بنالاؤ۔

دوسرا چیلنج

سورہ ہود کی آیت نمبر۱۳ میں ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُواْ بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُواْ مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾

''کیا یہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) نے اسکو خود گھڑ لیا ہے، کہو اگر تم سچے ہو تو اس جیسی دس سورتیں تم بھی بنالاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم (مدد کیلئے) بلا سکتے ہو، بلالو۔'' [ھود:۱۳]

تیسرا چیلنج

ارشاد ربانی ہے:سورۃ البقرہ آیت نمبر۲۳ میں ہے۔

﴿فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ﴾ [سورة البقرہ:۲۳]

پس اس (قرآن) جیسی ایک سورت ہی بنالاؤ۔

اس سلسلہ میں (اگر تم اللہ کے سوا اپنے سبھی مددگار مثلاً ادیبوں، خطیبوں، شاعروں اور دیوتاؤں کی مدد حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ تو تب بھی تم ایسا نہیں کرسکو گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾

''لیکن اگر ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہیں کرسکو گے، تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے، جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔'' [سورۃ البقرہ:۲٤]

سورت بقرہ کی مذکورہ بالا آیت میں منکرین قرآن کو دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے۔

انکے خود ساختہ معبود اور دیوی دیوتا بھی انکے ہمراہ ہوں گے۔ یاد رہے کہ اگر آج پوری دنیا کے انسان اپنی مجموعی قابلیتوں اور تخلیقی قوتوں کو جمع کرلیں تو قرآنی انداز، نگارش اور معیار کلام کا جواب نہیں دے سکتے۔ عرب بڑے زبان آور خطیب وشاعر تھے۔ غیر عربوں کو عجمی یعنی گونگے کہتے تھے۔ لیکن جب قرآن نازل ہوا تو اسکے مقابل خود گونگے ہوگئے۔ قرآن کی اثر آفرینی کا یہ عالم تھا کہ مخالفین اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتے کہ قرآن کو سن کر مسلمان ہوجائیں گے۔

جب سورۃ الکوثر نازل ہوئی تو ایک مسلمان نے لکھ کر اسے خانہ کعبہ کی دیوار پر آویزاں کردیا۔ مشہور شاعر لبید نے پڑھا تو بے ساختہ پکار اٹھا۔

((مَاهٰذا كَلامُ الْبَشَرِ)) ''یعنی یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔''

وجوہ اعجاز

①ایجاز واختصار

قرآن کریم کے معجزہ ہونے کا ایک واضح ثبوت اسکا اعجاز ہے۔ یعنی مختصر الفاظ میں بڑے بڑے مضمون کا بیان کرنا۔ عربوں کا ایک مشہور مقولہ ہے۔ ((خیر الکلام ماقل ودل))[3] بہترین کلام وہ ہے جو

قلیل ہونے کے باوجود اپنا مطلب اچھی طرح بیان کرے۔''

قرآن کریم اس معیار سے بڑھ کر ہے۔اس میں ایسے مضامین ہیں کہ ایک سطر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کئی جلدیں لکھی جاسکتی ہیں۔اسلیئے اکثر مفسرین لکھتے رہیں کہ قرآن کریم کی کوئی جامع تفسیر لکھنا ممکن ہی نہیں، کیونکہ آپ جس قدر بھی وضاحت کریں مضمون اس سے بڑھ کر ہوتا ہے۔قرآن مجید میں بیشمار آیات آپ کو ملیں گی جن کو آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کوزے میں دریا بند کیا ہوا ہے۔نعیم صدیقی لکھتے ہیں۔

''قرآن پاک کا ایک ایک لفظ موتیوں کی طرح جڑا ہوا ہے۔ایک ایک سطر شاخ گل اور ایک ایک سورۃ خیابان بہار ہے۔محسن انسانیت۔''

②نظم کلام

اعجاز القرآن کی دوسری جہت اسکی سورتوں اور آیات کا ایک دوسرے سے اسطرح جڑا ہونا ہے کہ ایک آیت دوسری آیت کی تکمیل کرتی ہے اور سورتوں کے درمیان گہرا ربط وضبط ہوتا ہے۔ہر سورت کا ایک مرکزی مضمون ہوتا ہے اور سورت کی تمام آیات اسی مرکزی نقطہ کے گرد گھومتی نظر آتی ہیں، اور مرکزی مضمون کی وضاحت کبھی ایک پہلو سے ہوتی ہے کبھی دوسرے پہلو سے۔یہاں تک کہ مرکزی مضمون کا پورا جلوہ نمایاں ہوکر سامنے آجاتا ہے۔یہ خصوصیت قرآن مجید کے علاوہ کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتی۔

③عدم تضاد

قرآن پاک خود اپنے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾

''اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پایا جاتا۔''

قرآن کریم ایک ضخیم کتاب ہے جس میں انقلاب پیدا کرنے والے اور لوگوں کی زندگی پر دوررس اثرات مرتب کرنے والے مضامین بیان کیے گئے ہیں۔توحید، رسالت، آخرت کا ثبوت اور معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگی کیلئے اصول وضوابط کا ذکر بیشمار مقامات پر ہے۔لیکن اول سے لیکر

آخر تک کہیں کوئی تضاد یا کوئی آیت کسی دوسری آیت کی تردید نہیں کرتی۔ یہ قرآن کریم کا اعجاز ہی تو ہے کہ اسکے مضامین میں پوری طرح اتحاد و یگانگت پائی جاتی ہے، اور کسی ایک جگہ بھی اختلاف یا تضاد نہیں پایا جاتا۔

④اثر انگیزی

قرآن پاک کا اعجاز اور کمال اسکی تاثیر سے بھی نمایاں ہوتا ہے۔ یہ وہ کتاب لاریب ہے۔ جس کے اثر سے کروڑوں انسانوں کی زندگیوں کے دھارے بدل گئے۔ اس کتاب نے افراد و اقوام کی روحانی اور جسمانی قوتوں میں انقلاب برپا کر دیا۔ ایمان لانے والی قوموں کو اسی کتاب نے ذلت کے گڑھوں سے نکال کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اسکی چند آیات توجہ سے سنیں تو تلوار پھینک کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر کے باہر رات کو تلاوت قرآن کرتے تو راہ چلتے مرد، عورتیں اور بچے قرآن کی تلاوت کے اثر سے مسحور ہو کر ہمہ تن گوش ہو جاتے جسکی وجہ سے مکہ کے مشرکوں نے آپ کو سخت اذیتوں سے دوچار کر دیا۔

الغرض قرآن مجید کی اثر آفرینی ابتداء نزول سے آج تک قائم ہے اور ہمیشہ دلوں کو مسخر کرتی رہے گی۔

⑤یکساں معیار کلام

قرآن پاک کا اول سے آخر تک ایک جیسا بلند معیار بھی معجزانہ ہے۔ کسی جن و بشر کے امکان میں بھی نہیں کہ اس قدر معیار اپنے انداز بیان میں قائم رکھ سکے۔ عربوں کے بلند پایہ شاعری کے نمونے سبعہ معلقات کے سات قصائد اور خطبات ہمارے سامنے موجود ہیں۔ شروع کے چند اشعار اور جملوں میں معیار کی کیفیت اور ہے اور بعد کے اشعار میں معیار پست ہوتا جاتا ہے۔ نیز تمام قصائد میں مضامین کی پاکیزگی مفقود ہے۔ فحش اور فاسد خیالات سے اشعار بھرے ہوتے ہیں۔

جبکہ قرآن حکیم میں بلندی اخلاق سے گرا ہوا کوئی ایک مضمون بھی وارد نہیں ہوا۔ جہاں بھی کوئی ایسا مضمون بیان کیا گیا اس کیلئے ایسے الفاظ کا انتخاب کیا ہے کہ بے حیائی کا شائبہ تک محسوس نہیں ہوتا۔

⑥منفرد انداز وبیان

قرآن پاک کے نزول سے پہلے عربوں میں کئی قسم کے اصناف سخن رائج تھے۔مثلاً قصائد تھے جن میں شاعر اپنی ذات کے متعلق خیالات کا اظہار کرتا تھا۔غزل میں خوبصورت عورتوں کے متعلق اظہار خیال ہوتا تھا۔خطبات میں مسجع اور مقفی جملے استعمال ہوتے تھے۔عرب کاہنوں کے اقوال میں ایک خاص قسم کے ہم وزن فقرے ہوتے تھے۔جن سے وہ عام لوگوں پر اپنا رعب ڈالتے تھے۔قرآن پاک کا انداز بیان ان سب سے جداگانہ ہے۔چھوٹی چھوٹی آیات میں بلاغت کے اعلیٰ معیار پر پاکیزہ خیالات کا اظہار ہے۔توحید،رسالت،یوم آخرت کا بیان ہے۔سابقہ انبیوں اور امتوں کے قصے ہیں۔جنت اور دوزخ کا نقشہ پراثر انداز میں کھینچا گیا ہے۔یہ سب مضامین ایسے ہیں۔جن کا عربوں کو پتہ تک نہ چلتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ وہ ان آیات کو سن کر حیرت و پریشانی میں ڈوب جاتے تھے۔جیسا کہ سورۃ الکوثر نازل ہوئی تو ایک مسلمان نے لکھ کر اسے خانہ کعبہ کی دیوار پر آویزاں کر دیا۔مشہور شاعر لبید نے پڑھا تو بے ساختہ پکار اٹھا۔''یعنی یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔'' کیونکہ عربوں کے اسلوبِ اظہار کا اسے پتہ تھا۔لیکن یہ کلام ان سب سے مختلف اور اپنے انداز میں منفرد تھا۔

⑦جامعیت

قرآن مجید کی جامعیت بھی اسکے معجزہ ہونے کی دلیل ہے۔ارشاد ربانی تعالیٰ ہے:

''اور (اے نبی ﷺ) ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کی وضاحت کرنے والی ہے۔''

مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن پاک انسانی زندگی کے اخلاقی پہلو کی مکمل وضاحت کرتا ہے۔اس میں زندگی کے تمام مسائل اور مشکلات کا حل موجود ہے۔انسان کے مہد سے لیکر لحد تک بلکہ اس سے بھی آگے آخرت کی زندگی کے تمام گوشوں کی وضاحت موجود ہے۔زندگی کے ان گوناگوں اور پیچیدہ مسائل کا حل صرف قرآن کریم میں ملتا ہے۔انسان کی تصنیف کردہ کوئی کتاب بھی یہ دعوی نہیں کر سکتی۔ الغرض قرآن مجید اپنے قوت،تاثیر،دلیل و برہان،کلام و مطالب،فصاحت و بلاغت،ترکیب و بندش الفاظ میں بے نظیر ہے۔جمع و تدوین اور حفاظت کے لحاظ سے قیامت تک کیلئے زندہ جاوید معجزہ ہے۔جسکا اعتراف مخالفین نے بھی کیا ہے۔چنانچہ جارج سیل بھی لکھتا ہے:

''قرآن مجید بلاشبہ عربی زبان کی سب سے بہتر اور مستند کتاب ہے۔کسی انسان کا قلم ایسی کتاب نہیں

لکھ سکتا اور یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑا معجزہ ہے۔''

قرآن حکیم لازول تمثیلات کا مرقع ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ نے موقع ومحل کی نسبت سے ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں تاکہ تفہیم قرآن میں سہولت پیدا ہوسکے۔اور شکوک وشبہات کا تدراک ہوسکے۔چنانچہ قرآن حکیم میں بڑے بڑے جانور مثلاً ہاتھی،شیر اور اونٹ وغیرہ کا بھی ذکر ہے،اور مکھی،مچھر اور چیونٹی وغیرہ حقیر مخلوق کا بھی۔جو ہٹ دھرمی اور ضد کے عادی ہوتے ہیں وہ ہر بات پر اعتراض کرتے ہیں چنانچہ ان آیات میں منکرین حق کے اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ کیسا کلام الٰہی ہے۔جس میں ایک طرف ہاتھی،اونٹ اور شیر جیسی اعلیٰ درجہ کی چیزوں کا ذکر کیا۔دوسری طرف چیونٹی،مکھی اور مچھر جیسی ادنیٰ چیزوں کی تمثیلیں بیان کی گئیں۔اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ مچھر یا اس سے بھی گھٹیا درجہ شے کی مثال دے۔مثال کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ مسئلہ کو زیادہ کھول کر سامنے لے آئے۔اب یہ مقصد جس مثال سے پورا ہوسکے وہی زیادہ مناسب ہوگی۔ان مثالوں کے متعلق مومن ومنکر کا رویہ مختلف ہوتا ہے۔اہل علم حقیقت،ہدایت وصداقت کے طلبگار ہوتے ہیں جو صحیح بصیرت رکھتے ہیں،اور سلیم الطبع ہوتے ہیں۔انکا دل پکار اٹھتا ہے کہ یہ باتیں سراسر حکمت اور حقانیت پر مبنی ہیں۔

ایسی مثالوں سے انکے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔انہیں مزید ہدایت کی روشنی میسر آتی ہے۔لیکن منکرین حق جو ضلالت وگمراہی کے پرستار ہوتے ہیں،جن کی فطرت مسخ ہوچکی ہو اور حق کے متلاشی نہ ہوں وہ ان امثال کا مذاق اڑاتے ہیں۔لغو اعتراضات کرتے ہیں۔غلط نتائج اخذ کرتے ہیں۔اسطرح وہ مزید گمراہی میں پڑجاتے ہیں۔مسلسل نافرمانی سے انکا ضمیر مردہ ہوجاتا ہے۔حق وصداقت کی صلاحیت سلب ہوجاتی ہے۔انکا خاتمہ خالص کفر پر ہوتا ہے۔یہی لوگ فاسق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے باغی اور رسول اللہ ﷺ کے نافرمان ہیں۔

میرا پسندیدہ شعر (عبداللہ طاہر، مصعب طاہر)

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر